بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

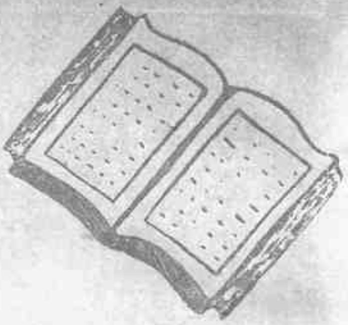

جمالِ حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

دسمبر 1967

# الفُرقان

قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

مدیرِ مسئول

ابو العطاء جالندھری

# جلسہ سالانہ قادیان 1967 پر پاکستانی قافلہ

۲۴، ۲۵، ۲۶ نومبر ۶۷ء کو جماعت احمدیہ کا چھتروان سالانہ جلسہ قادیان میں منعقد ہوا - بھارت کے اکناف سے احمدی نمائندے شامل تھے - فجی اور افریقہ کے احباب بھی موجود تھے- پاکستانی قافلہ کے افراد امیرقافلہ محترم چوھدری ظہور احمد صاحب باجوہ کی قیادت میں قادیان گئے تھے - محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان کے ساتھ یہ فوٹو لیا گیا - ان کے دائیں جانب خاکسار ابوالعطاء اور بائیں جانب محترم امیر قافلہ بیٹھے ھیں- (باقی ارکان کے نام دوسری جگہ درج ھیں) یہ فوٹو مکرم چوھدری منور علی صاحب فوٹوگرافر قادیان نے لیا تھا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم


جلد ۱۷ شمارہ ۱۲ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ | رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

دسمبر ۱۹۶۷ء | فتح ۱۳۴۶ ہش


# عناوین


| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ ایک نشانِ صداقت — (قادیان کے جلسہ سالانہ پر ایک نظر) | ایڈیٹر | ص۲ |
| ۲۔ رمضان المبارک کے مسائل | " | ص۵ |
| ۳۔ اسلام اور دیگر مذاہب میں ہستی باری تعالیٰ کا تصور | جناب مولانا مسیح اللہ صاحب ملتی (بھارت) | ص۹ |
| ۴۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی دعوتِ اتحاد اور اس کا "جواب" | ایڈیٹر | ص۲۵ |
| ۵۔ ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے کے لئے ختم ولایت کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے | جناب ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب خلیل (جرمنی) | ص۲۶ |
| ۶۔ پادری عبدالحق صاحب کے نام دو مکتوب | ایڈیٹر | ص۲۸ |
| ۷۔ ربوہ کی مسجد اقصیٰ — (معاندین کے اعتراض کا مسکت جواب) | " | ص۳۰ |
| ۸۔ مجاہدِ دکن حضرت سلطان فتح علی ٹیپو کی نادر یادگاریں | جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد | ص۳۲ |
| ۹۔ شذرات | ایڈیٹر | ص۳۹ |
| ۱۰۔ جلسہ سالانہ قادیان پر جانیوالے پاکستانی قافلہ کے ارکان | | ص۴۰ |


## سرخ نشان!

اس دائرہ ( ) میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہے۔ براہِ مہربانی دو ہفتے کے اندر سالانہ چندہ چھ روپے بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں ورنہ آئندہ ماہ کا رسالہ آپ کے نام وی پی ہوگا۔ اگر کسی وجہ سے خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں تو کارڈ کے ذریعہ اطلاع فرمائیں — (مینجر الفرقان ربوہ)

## شرح چندہ

سالانہ

پاکستان: چھ روپے

بھارت: آٹھ روپے بھارتی

دیگر ممالک: تیرہ شلنگ یا تیرہ روپے پاکستانی

## الفرقان کا شمس نمبر

جلسہ سالانہ (ربوہ) کے موقعہ پر ماہ جنوری ۱۹۶۸ء کا شمارہ زائد حجم کے ساتھ انشاء اللہ العزیز حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کی خدمات و حالات پر مشتمل ہوگا۔ اس لئے اس نمبر کے حجم میں کچھ کمی ہے۔ شمس نمبر میں محترم شیخ عبدالقادر صاحب کے حالات کا بھی مختصر تذکرہ ہوگا۔ یہ خاص نمبر جلسہ سالانہ پر حاصل ہو سکیگا انشاء اللہ۔ قیمت ایک روپیہ ہوگی — (مینجر الفرقان ربوہ)


(طابع و ناشر: ابو العطاء جالندھری ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ)

# ایک نشانِ صداقت

## قادیان میں جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر ایک نظر

پون صدی سے زائد عرصہ بیت رہا ہے کہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک معمولی سے گاؤں قادیان سے ایک آواز اُٹھی، ایک نعرۂ حق بلند ہوا۔ وہ آواز یہ تھی کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہو گیا ہے۔ وہ نعرۂ حق یہ تھا کہ اسلام کے آخری غلبہ کے لئے جہادِ عظیم کا بگل بج چکا ہے، آسمانی تقدیر ہے کہ اسلام تمام ادیان پر غالب آکر رہے گا۔ خدائے قادرِ مطلق اپنی قدرت نمائی کیلئے یہ کام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ایسے گمنام شخص کے ذریعہ سے سرانجام دیگا۔ وہ اور اسکی قائم کردہ جماعت دنیا بھر میں اسلام کے عَلَم کو بلند کریگی۔ انسانوں کی نظر میں یہ بات انہونی ہے مگر وہ خدا کی قدرت سے ہو کر رہے گی۔ بے شک یہ ساری سکیم عجیب ہے۔ بلاشبہ یہ کام انسانی تصور کے لحاظ سے ناممکن اور محال ہے مگر خدائے ذوالعجائب نے اسی طرح فرمایا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے خدا کے حکم سے یہ اعلان فرما دیا مگر حالات سب مخالف تھے۔ آریہ پنڈت زوروں پر تھے اور دینِ حنیف کو چند روزہ "مہمان" کہتے تھے۔ پادری پورے جوش میں تھے، یورپین طاقتیں ان کی پشت پر تھیں۔ بے انت روپیہ اُن کی جھولیوں میں تھا، انگریزی حکومت ان کی حمایت پر تھی، اسلام بے یار و مددگار تھا۔ پادری اسلام کے تھوڑے عرصہ میں مٹ جانے کے اعلان کر رہے تھے۔ حضرت میرزا صاحبؑ کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے پادریوں اور حکومت کا برافروختہ ہوتا تو قرینِ قیاس تھا مگر یہاں تو سب علماء بھی ملک بھر میں آگ بگولہ ہو گئے۔ فتوے جاری کر دیئے اور حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینا، آپؑ کو اور آپؑ کے مریدوں کو ہر قسم کی اذیت پہنچانا کارِ ثواب قرار دیا گیا۔ غرض حالات ہر پہلو سے ناساز گار تھے اور بظاہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور آپؑ کے نعرۂ حق کا پورا ہونا بالکل غیر ممکن دکھائی دیتا تھا۔

حضرت مسیح پاکؑ کی درد بھری دعائیں اور نعرہ ہائے پُرسوز آسمانوں تک پہنچے، خداوند تعالیٰ نے فوجِ ملائک کو اُتارا۔ دلوں میں نیک تحریک شروع ہوئی اور وہ مردِ خدا، جو کل تنِ تنہا تھا آج سینکڑوں فدائیوں کے

درمیان تھا اور کل کو ہزاروں پروانے اس کے گرد نظر آنے لگے۔ مہینوں اور سالوں میں ایک عجیب روحانی انقلاب برپا ہو گیا، علماء دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے۔ پادری اپنی غیر متوقع ناکامی سے ششدر رہ گئے اور پنڈت اپنے منصوبوں کو خاک میں ملتا دیکھ کر کفِ حسرت مَل رہے تھے۔ جماعتِ احمدیہ قائم ہو گئی اور دُور و نزدیک اس کے افراد موجود ہو گئے۔ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں اور ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں قادیان کی آواز گونجنے لگی اور تحریکِ احمدیت کے حلقہ بگوش ہر خطۂ زمین میں اسلام کے غلبہ کے لئے جان، مال اور وقت کی قربانی کرنے لگے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے باذنِ الٰہی تجویز فرمایا کہ ہر سال قادیان میں جسے آپ نے سلسلہ احمدیہ کا دائمی مرکز قرار دیا ایک سالانہ اجتماع ہوا کرے جس میں محبینِ احمدیت کے روحانی طیور جمع ہوا کریں، اسلام کے غلبہ کے لئے تجدیدِ عہد کیا کریں، خدا اور رسولؐ کی باتیں سنا اور سنایا کریں، خدا کے فضلوں کا تذکرہ کریں، اس کی حمد کے ترانے گائیں اور آئندہ کے لئے پروگرام مرتب کیا کریں۔ یہ بات بھی بظاہر ناممکن العمل تھی مگر خدا کی تقدیر کو کون روک سکتا ہے۔ ہر جگہ مولویوں نے لوگوں کو روکا۔ اہلحدیثوں کے سردار مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تو اپنی زندگی کا نصب العین ہی یہ قرار دے لیا کہ ہر شخص کو قادیان سے روکا جائے۔ ان مخالفین میں سے ہر شخص یقین رکھتا تھا کہ میں اپنی طاقت، اپنے علم، اپنی تدبیر اور اپنی کوشش سے حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو ناکام کر دوں گا اور سالانہ اجتماع کی نوبت ہی نہ آسکے گی۔ ہر طرح کی کوشش ہوئی مگر آسمانی فیصلہ کے سامنے سب کوششیں پرِکاہ کے برابر بھی ثابت نہ ہوئیں۔ خدا کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا اور ہر سال سالانہ جلسہ کے روحانی اجتماع میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے بعض دشمنوں کی امیدیں وابستہ تھیں کہ اس وقت یہ سلسلہ درہم برہم ہو جائیگا اور اس جماعت کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ وہ وقت بھی گزر گیا۔ پھر کہنے لگے کہ خلیفہ اوّل حضرت مولوی نورالدینؓ بہت عالم اور بزرگ آدمی ہیں اس نے اپنے علم اور بزرگی کے زور سے جماعت کو تھام لیا اسکے بعد یہ جماعت منتشر ہو جائیگی۔ خلیفۂ دوم سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمدؓ بھرپور جوانی میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ شروع میں دشمنانِ حق کو کچھ خیال تھا مگر چند دنوں کے اندر اندر انکی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ جماعت پھر شاہراہِ ترقی پر اسی طرح رواں دواں رہی اور سالانہ جلسے بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتے رہے۔

تقسیمِ ملک کا سانحہ پنجاب کے دو حصوں میں بٹ جانے کے باعث مسلمانوں کے لئے قیامت خیز ثابت ہوا۔ قادیان بھارت میں شامل کر دیا گیا اور جماعت کی اکثریت کو اپنے گھر بار چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ البتہ ۳۱۳ افراد فرزندانِ احمدیت قادیان کے درویش بنکر اسی آستانہ پر دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان قائم رہی۔ اسلام کی سربلندی کا کام جاری رہا اور منارۃ المسیح کی بلندیوں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو

وقت بلند ہوتی رہیں۔ دُنیا اِدھر کی اُدھر ہوگئی جمعیتیں نابود ہوگئیں، گدّیاں بے نام و نشان ہوگئیں، احمدیت کی مخالفت کے ہر علاقہ کے سب مرکز بالکل مٹ گئے مگر قادیان میں خدا کے سلسلہ کے فدائی ڈٹے رہے اور ہر سال سالانہ روحانی اجتماع باقاعدہ منعقد ہوتا رہا۔

۲۴، ۲۵، ۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء کو قادیان میں اس سال کا سالانہ جلسہ تھا۔ وہ جلسہ کیا تھا احمدیت کی صداقت کا ایک بولتا ہوا نشان تھا۔ پاکستان و بھارت کے قیام پر بیس سال گزر گئے ہیں قادیان میں بھی حوادث زمانہ سے بہت تغیرات آئے۔ مذہبی تحریکات پر بھارت میں زلزلہ آگیا۔ آریہ سماج کی سرگرمیاں ٹھنڈی ہوگئیں، عیسائی پادریوں کا چرچا برائے نام رہ گیا مگر احمدیہ تحریک آج بھی بھارت میں ترقی پذیر اور کامیاب تحریک ہے۔ سالانہ جلسہ میں کشمیر کے احمدی بھی موجود تھے۔ بنگال سے آنیوالے احمدی بھی تھے۔ مدراس اور مالابار کے احمدیوں کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے۔ بمبئی اور حیدرآباد دکن سے بھی کافی تعداد میں مسیح احمد کے پروانے قادیان میں جمع تھے۔ یوپی، بہار، اڑیسہ اور دہلی سے آنیوالے بھی اس اجتماع میں موجود تھے۔ فجی اور افریقہ کے علاوہ پاکستان سے جانیوالے بھی اس جلسہ میں شامل تھے۔ غرض جلسہ سالانہ کا اجتماع دوربین نظر کے لئے اسلام کے شاندار مستقبل کا آئینہ دار تھا۔ اس جلسہ میں جو شاندار تقاریر ہوئیں اور ہم نے درویشانِ قادیان کے اخلاق و کردار کا جو نمایاں اثر و نفوذ غیر مسلموں سکھوں اور ہندوؤں پر دیکھا وہ بھی نہایت ایمان افروز ہے۔ قادیان کے مقدس مقامات اور اس پاک شہر کے در و دیوار آج بھی شہادت دے رہے ہیں کہ واقعی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز اسی شہر سے ہوچکا ہے اور جو پنیری اس باغ سے دنیا بھر میں لگائی گئی ہے وہ جلد جلد بڑھے گی اور مادی آنکھیں بھی ان عظیم درختوں کو دیکھ لیں گی جن کے سایہ تلے عنقریب ایک دنیا کو راحت اور سرور حاصل ہوگا اور وہ آسمانی بادشاہت کے گیت گائیں گے۔

قادیان کی صدر انجمن احمدیہ کی بھارت میں اشاعتِ اسلام کے لئے سرفروشانہ جدوجہد اپنی مثال آپ ہے۔ جماعت کے مبلغین اور دیگر افراد کے ولولہ انگیز مجاہدات ایمان کو تازہ کرنیوالے ہیں جس بلند ہمتی اور اولوالعزمی کے ساتھ ہمارے بھائی اور قابلِ صد احترام درویش خدماتِ دینیہ بجا لاتے ہیں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ بھارت کے حالات مسلمانوں کے لئے روح فرسا ہیں لیکن اس دورِ ابتلاء میں بھارت کے احمدیوں کی اعلاءِ کلمۂ اسلام کے لئے جدوجہد نہایت قابلِ رشک ہے۔

قادیان کے سالانہ جلسہ پر حاضرین کی کل تعداد آجکل کم و بیش ڈیڑھ دو ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے مگر اس جلسہ کے اندر جو روح کام کرتی نظر آتی ہے وہ بعینہٖ وہی طور پر دیکھا ہے جس کے طفیل ربوہ کے سالانہ جلسہ کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس روح سے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور غور کرنیوالے انسان کو سالانہ جلسہ میں احمدیت کی صداقت پر ایک چمکتا ہوا نشان نظر آتا ہے جسے معلوم ہے کہ جو انقلاب آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے کشوف و رؤیا کے مطابق آیا ہے اور جو آجکل ہو رہا ہے یہ بھی خدائی تقدیر کا ایک حصہ ہے اور جو کل کو ہونے والا ہے وہ عجیب اور ہمارے قادر مطلق خدا کی عظیم قدرت کا ظہور ہوگا۔ فانتظروا انا معکم منتظرون ◆

# رمضان المبارک کے مسائل

اسلامی عبادات میں سے روزہ ایک خاص عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں روزوں کی فرضیت کا حکم نازل فرمایا ہے اور اسے تقویٰ کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بالغ مسلمان پر رمضان المبارک کے روزے فرض ٹھہرائے ہیں۔ رمضان المبارک کی خیر و برکت کے ذکر کے بعد فرمایا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کہ جو شخص اس مہینہ میں حاضر ہو یعنی مسافر اور بیمار نہ ہو اس کے لئے لازمی ہے کہ اس کے روزے رکھے۔

رمضان المبارک کے مسائل از روئے قرآن مجید اور احادیث نبویہ حسب ذیل ہیں:-

**پہلا مسئلہ**۔ تندرست اور مقیم مسلمان پر روزے رکھنے لازمی ہیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان قرار پائے گا۔

**دوسرا مسئلہ**۔ بیمار اور مسافر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ بیماری اور سفر کی وجہ سے اسکے جتنے روزے رہ جائیں انہیں دوسرے دنوں میں پورا کرے قرآن پاک کے الفاظ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ صاف دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بیمار اور مسافر کے رمضان کے روزے بعد میں ہی پورے ہوتے ہیں۔ گویا انہیں رمضان میں روزہ نہ رکھنا چاہئیے۔ سفر کی حد بندی عرفِ عام کے مطابق ہوگی اور بیماری کے متعلق ماہر کی رائے حجت ہوتی ہے۔ ڈیوٹی کے طور پر مستقل سفر کرنے والا مسافر نہیں ہوتا۔

**تیسرا مسئلہ**۔ روزہ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کو طلوعِ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک ترک کرنے کا نام ہے۔

**چوتھا مسئلہ**۔ رمضان المبارک قمری مہینہ ہے جس کا آغاز چاند کے ہونے پر ہوتا ہے۔ رمضان سے پہلے مہینہ یعنی شعبان کی انتیس تاریخ کی شام کو اگر نیا چاند نظر آجائے تو اُسی وقت رمضان شروع ہو جائے گا ورنہ شعبان کے تیس دن پورے ہونے پر رمضان المبارک شروع ہوگا۔

**پانچواں مسئلہ**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کو **شهر المواساة** یعنی ہمدردی کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اس مہینے میں صدقہ و خیرات پر زور دینا لازمی ہے۔

**چھٹا مسئلہ**۔ جو شخص دائمی بیماری یا بڑھاپے وغیرہ کے باعث مستقل طور پر روزہ نہیں رکھ سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ روزانہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ ادا کرے۔ ایسی عورت جو اپنے حالات کے ماتحت دورانِ سال بھی روزہ نہ رکھ سکتی ہو بیمار کے حکم میں ہوگی

**ساتواں مسئلہ**۔ ایام حیض میں عورت روزے

نہ رکھے' ان کی قضا دوسرے ایام میں کرے۔

**آٹھواں مسئلہ** ۔ روزے بلوغت پر فرض ہوتے ہیں۔ روزوں کی بلوغت عام حالات میں اٹھارہ سال میں ہوتی ہے۔ شوق پیدا کرنے کے لئے اس سے پہلے بھی کچھ روزے رکھنے چاہئیں۔

**نواں مسئلہ** ۔ روزہ رکھنے کی نیت رات سے کرنی مناسب ہے۔ روزہ کے لئے سحری کھانے کا تاکیدی حکم ہے۔

**دسواں مسئلہ** ۔ غروبِ آفتاب پر فی الفور روزہ افطار کرنا چاہیئے۔ شک اور وہم کی بنا پر بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔

**گیارھواں مسئلہ** ۔ روزہ کھجور' پانی یا حسبِ پسند کسی کھانے یا پینے کی چیز سے افطار ہو سکتا ہے۔

**بارھواں مسئلہ** ۔ روزہ دار دن کے وقت اگر بھول کر کوئی چیز کھا پی لے تو اسکا روزہ شرعاً قائم رہتا ہے اور اس کے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

**تیرھواں مسئلہ** ۔ جب صبح صادق کی سفید دھاری نمودار ہو جائے تو روزہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ فجر کی اذان کا آگے پیچھے ہو جانا اس پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ گو یہ اسلامی دستور ہے کہ مؤذن عین وقت پر فجر کی اذان دیا کرے۔

**چودھواں مسئلہ** ۔ وصال کے روزے یعنی سحری یا افطاری کے بغیر مسلسل روزے رکھتے چلے جانا اسلام میں جائز نہیں۔ اس سے انسان کی صحت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

**پندرھواں مسئلہ** ۔ روزہ دار کا روزہ افطار کرانا بھی خاص ثواب کا موجب ہے۔ اس سے روزہ دار کے ثواب میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

**سولھواں مسئلہ** ۔ روزہ دار مسواک کر سکتا ہے۔ عند الضرورت سُرمہ بھی لگا سکتا ہے۔ گرمی کی شدت میں عام غسل کے علاوہ سر پر پانی بھی ڈال سکتا ہے۔

**سترھواں مسئلہ** ۔ رمضان میں کثرت سے قرآن مجید کا پڑھنا اور سُننا لازمی ہے۔ تراویح میں شرکت پسندیدہ ہے۔ علیحدہ حسبِ دستور اپنی تہجد پڑھنا بھی بہتر ہے۔

**اٹھارھواں مسئلہ** ۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سُنّت ہے۔ اعتکاف بالعموم جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ معتکف کا روزہ دار ہونا مسنون ہے۔ اعتکاف میں رمضان المبارک کی فجر کی نماز کے بعد سے شروع کرنا اَولیٰ ہے۔

**اُنیسواں مسئلہ** ۔ معتکف کے لئے رمضان کی راتوں میں بھی ازدواجی تعلقات کی ممانعت ہے وہ دن رات مسجد میں قیام کرے گا۔ ذکرِ الٰہی' تلاوتِ قرآن پاک اور دعاؤں میں سارا وقت صرف کریگا۔ سوائے قضائے حاجت اور اشد مجبوری کے اسے مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

**بیسواں مسئلہ** ۔ آخری عشرہ میں عموماً

طاق راتوں میں سے کوئی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہوتی ہے قبولیتِ دعا کا خاص موقعہ ہوتا ہے۔ اس رات کے لئے ایک مسنون دعا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ بھی ہے۔

**اکیسواں مسئلہ** ۔ روزہ کی افطاری کا وقت بھی قبولیتِ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے افطار کرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ اے خدا! تیرے لئے میں نے روزہ رکھا تھا اور اب تیرے رزق پر افطار کرتا ہوں۔

**بائیسواں مسئلہ** ۔ روزہ دار کے لئے لازم ہے کہ وہ روزہ کے وقت خاص طور پر ہر قسم کے ناجائز فعل اور ناجائز تصرّف سے کلیۃً مجتنب رہے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص خواہ مخواہ اس سے لڑنا چاہے تب بھی روزہ دار اِنِّیْ صَائِمٌ (میں روزہ دار ہوں) کہہ کر پہلوتہی کر جائے۔ سارا وقت ذکرِ الٰہی میں گزارے۔

**تئیسواں مسئلہ** ۔ رمضان کی انتیس ۲۹ تاریخ کی شام کو اگر چاند نظر نہ آئے تو رمضان المبارک کے تیس دن پورے کئے جائیں گے۔

**چوبیسواں مسئلہ** ۔ رویتِ ہلال کے لئے اگر مطلع صاف ہو تو جمِ غفیر کا دیکھنا ضروری ہوگا اور اگر مطلع صاف نہ ہو تب بھی کم از کم دو راستباز مسلمانوں کا دیکھنا ضروری ہے۔

**پچیسواں مسئلہ** ۔ ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا ہونا لازمی ہے یہ گندم اور کھجور وغیرہ کا ایک صاع یا اقل درجہ نصف صاع ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے نرخ کے لحاظ سے گویا ڈیڑھ روپیہ یا کم از کم پچھتر پیسے فی کس ادا ہونے چاہئیں۔ صدقۃ الفطر عید الفطر سے پہلے ادا ہونا زیادہ صحیح ہے۔ عید کی خوشی میں عید فنڈ بھی ادا کرنا چاہیئے۔

**چھبیسواں مسئلہ** ۔ رمضان المبارک ختم ہونے پر یکم شوال کو عید الفطر ہوتی ہے جس میں کھلے میدان میں یا مسجد میں سب مسلمان جمع ہو کر دو رکعت نماز صلاۃ العید کے طور پر ادا کرتے ہیں۔

**ستائیسواں مسئلہ** ۔ عید کے لئے نئے یا دُھلے ہوئے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا سنّت طریق ہے۔ عید الفطر کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھا کر جانا چاہیئے۔ آتے اور جاتے وقت راستہ تبدیل کرنا موزوں ہے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات امام کی اقتداء میں کہی جاتی ہیں۔ اس طرح سارا اسلامی معاشرہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی سے گونج اُٹھیگا۔

**اٹھائیسواں مسئلہ** ۔ رمضان کے بعد شوال کی پہلی تاریخ (عید الفطر) کے بعد چھ نفلی روزوں کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ اس طرح ہر نیکی کا ثواب دس گنا کے لحاظ سے سارے سال کے روزے ہو جاتے ہیں۔

انتیسواں مسئلہ۔ رمضان میں اگر کوئی سحری نہ کھا سکے اور اس طرح روزہ رکھنا اسکے لئے تکلیف مالایطاق نہ ہو تو اسے بغیر سحری کے ہی روزہ رکھنا لازمی ہے کیونکہ رمضان میں بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

تیسواں مسئلہ مخلصانہ طور پر رمضان کے روزے رکھنے والے کو بشارت ہے کہ اس کے گناہ معاف ہوگئے ہیں اور اُسے اللہ تعالیٰ کا خاص قُرب حاصل ہوگیا ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰہُ مِنْھُمْ ——— آمین یا ربّ العالمین +

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# کم کھانا اور بُھوک برداشت کرنا بھی تزکیۂ نفس کے لئے ضروری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" صلوٰۃ کے بعد روزہ کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالےٰ کی حکمتِ کاملہ سے آگاہ نہیں۔ تزکیۂ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں ...... کم کھانا اور بُھوک برداشت کرنا بھی تزکیۂ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اُوپر قہر الٰہی کا نازل کرنا ہے "

" روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے کہ روزہ سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بُھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتّل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی رُوح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں "

(لیکچر لا الٰہ الا اللہ صـ۲۲)

موازنۂ مذاہب

# اسلام اور دیگر مذاہب میں ہستئ باریتعالیٰ کا تصوّر

(جناب مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ بمبئی)

مَیں خدا کی ذات و صفات سے متعلق کچھ باتیں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے خدا کی ذات یعنی "عقیدۂ توحید" کے متعلق اور پھر "اسماءِ حُسنیٰ" یا "صفاتِ الٰہیہ" کے متعلق جن کے ذریعہ خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔

## عقیدۂ توحید

خدا ایک ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ یہ خدا کا وہ تصور ہے جو آج سے ۱۴ سو سال پہلے قرآن کریم نے بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا۔

اسلام خدا کی ذات کے متعلق فرماتا ہے:-

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (سورہ اخلاص)

خدا اپنی ذات میں یکتا، فرد اور یگانہ ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کا کوئی باپ ہے نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

یہ قرآن پاک کی وہ آیات ہیں جن کے ذریعہ شرک کے تمام سرچشموں کو خشک کر دیا گیا ہے۔

## غیر اللہ کی اقسام

جن غیر خداؤں کی پرستش کی جاتی ہے ان میں سے کسی کو خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے، کسی کو بیٹی اور کسی کو فرشتہ۔ یا پھر اجرام سماوی کی پرستش ہوتی ہے جیسے سورج، چاند، ستارے۔ یا عناصر ارضی کی جیسے آب و خاک، باد و آتش کی۔ یا پھر اجسام کی یعنی ان بزرگوں کی مورتیوں کو پوجتے ہیں جن کے ذریعہ کسی زمانے میں خدا کے جلال یا جمال کا اظہار ہوا تھا جیسے حضرت مسیح، شری کرشن، رامچندرجی اور مہاتما گوتم بدھ۔ ان سبھوں کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے کہ ان میں سے کوئی قابلِ عبادت نہیں بلکہ یہ سب خود خدا کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ آسمان اور زمین کی تمام مخلوق خدا ہی کے آگے سجدے کرتی رہتی ہے۔ یہی مضمون قرآن کریم نے کئی جگہ تفصیل سے بیان کیا ہے جیسے مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا

یا یہ کہ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حٰم سجدہ)

## اسمائے حُسنیٰ

یہ سوال کہ جب خدا ذات و صفات میں فرد و یگانہ ہے تو بندے کو اس کا عرفان کیسے حاصل ہوگا؟ تو واضح ہو کہ قرآن پاک نے خدا کا تعارف بندوں سے اس کے "اسمائے حسنیٰ" کے ذریعہ کرایا ہے۔ جیسے خدا کا رحمٰن و رحیم، حکیم و مجیب اور سمیع و بصیر ہونا۔ وہ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکارو یا خدا کا عرفان اس کی صفات کے ذریعہ حاصل کرو۔

یوں تو خدا ہر زمانے میں نئی نئی تجلیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے لیکن آجکل خدا کی تجلیات کا ظہور وحی و الہام کے علاوہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی یافتہ صورت میں ہو رہا ہے۔ جتنے نئے عناصر دریافت ہوئے ہیں ہر عنصر میں خدا کا ایک الگ جلوہ نظر آتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا بھی یہی ہے کہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر زمانے میں وہ نئی تجلیات کے ساتھ ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اس اعتبار سے خدا کی صفات اور اسمائے حسنیٰ ان گنت ہیں۔ لیکن قرآن پاک میں خدا کی ۹۹ صفات یا اسمائے حسنیٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔

خدا کی ہر صفت جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے ایک مستقل علم ہے۔ اور اگر ان علوم کی تفصیلات مرتب کی جائیں تو ہر زمانے میں "اسمائے حسنیٰ" کے ذریعہ مروجہ علوم کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی میں انسان نے بڑی ترقی کی ہے اور عقل و فکر کے حیرت انگیز جوہر دکھائے ہیں۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اسمائے حسنیٰ میں ان تمام علوم کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔

یہ ہے اسلام میں خدا کا تصور جس کا میں نے نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ورنہ وہ "اسمائے حسنیٰ" جن کے ذریعہ ہم کو خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے خدا ہی کی طرح ان کی تفصیل بھی غیر محدود ہے۔ اگر انسان سمندروں کو بھی سیاہی بنا کر لکھنے بیٹھے تو بھی وہ ساری تفصیلات قلمبند نہیں کر سکتا۔

اب میں دوسرے مذاہب کی طرف آتا ہوں، تو سب سے پہلے یہودی مذہب کو لیتا ہوں۔

## یہودی مذہب

یہودیوں کی کتاب شریعت میں خدا کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ بھی اسلام ہی کی طرح خدائے واحد کا تصور ہے۔ "احکام عشرہ" جو خدا نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو "حورب" کے میدان میں دہکتے ہوئے پہاڑ سے دیئے اور جن کو حضرت موسیٰ کی شریعت کہتے ہیں۔ اس شریعت کا پہلا اور دوسرا حکم یہی ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کو معبود نہ بنا اور اجرام، عناصر اور اجسام میں سے کسی کی پرستش نہ کر۔ (استثناء ۵ : ۷-۹ ، ۴ : ۱۵-۱۹)

تورات کے بیان کے مطابق یہی وہ شریعت ہے

جو خدا نے پتھر کی تختیوں پر لکھ کر حضرت موسیٰ کو دی۔

## کلمہ شمع

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ شریعت سنانے کے بعد ان کو ایک کلمہ دیا۔ وہ ہم مسلمانوں کے کلمۂ طیبہ کی طرح ہے۔ یہودی اس کو "کلمہ شمع" کہتے ہیں۔ وہ کلمہ یہ ہے:-

"سُن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا
ایک ہی خداوند ہے۔ تُو اپنے سارے
دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری
طاقت سے خداوند اپنے خدا سے
محبت رکھ" (استثناء ۶/۴)

مگر قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری قوم یہود اس عقیدۂ توحید پر قائم نہ رہ سکی۔ اس کا ایک فرقہ حضرت عزیر کی پرستش کرنے لگا اور اس پیغمبر کو اس نے خدا کا ساتھی ٹھہرایا۔ یہودیوں کا یہ فرقہ مدینہ کے قریب حضر موت میں رہتا تھا۔ اس فرقے کے لوگ چوتھی صدی ہجری تک رہے۔ اس کے بعد ختم ہو گئے۔ (درس قرآن خلیفہ اوّل رض)

## اسمائے حسنیٰ اور یہودیت

اسی طرح اسلام میں خدا کے جتنے اسماء حسنیٰ بیان کئے گئے ہیں وہ سب تورات میں بھی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ "اسماء حسنیٰ یا صفاتِ الٰہیہ" کے درمیان جو ربط و تعلق پایا جاتا ہے اسلام اس پر بھی روشنی ڈالتا ہے لیکن تورات اس خوبی سے محروم ہے۔ تورات میں جو "اسماء حسنیٰ" ہیں وہ بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔ اسلام ان موتیوں کو ایک سلک میں پرو دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ قرآن پاک نے سورۃ فاتحہ میں خدا کی چار صفات بیان کی ہیں۔ رب العالمین، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین۔ یہ چاروں صفات نہایت حکیمانہ ترتیب کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ اور پڑھنے والا یہ محسوس کرتا ہے کہ ان صفات کا بیان کرنے والا کوئی دانا و فرزانہ موجود ہے۔ جو اسماء حسنیٰ کو نظم و ترتیب کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔

اسماء حسنیٰ کے بیان کرنے میں اپنے علم و عرفان کا یہ جوہر صرف اسلام نے دکھایا ہے تورات اس خوبی سے محروم ہے۔

## عیسائیوں کا نیا "عہد نامہ"

تورات کے بعد اب میں نئے عہد نامے کی طرف آتا ہوں جو عیسائیوں کی کتاب کہلاتی ہے تو اس میں بھی خدا کو ایک کہا گیا ہے۔ انجیل یوحنا کی عبارت یہ ہے:-

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ
تجھ خدائے واحد و برتر کو اور یسوع
مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں"
(یوحنا ۳/۱۷)

پھر صدر اوّل کے ایک عیسائی بزرگ کہ ان کا نام بھی یوحنا ہی تھا فرماتے انہیں عالم کشف میں مستقبل

گئے واقعات کی ایک فلم دکھائی تھی جس کے مجموعہ کو "مکاشفات یوحنا" کہتے ہیں۔ یوحنا یہ مکاشفات قلمبند کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

"میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں
کو دیکھتا اور سنتا تھا۔ اور جب میں
نے دیکھا اور سنا تو جس فرشتے
نے مجھے یہ باتیں بتائیں تھیں اس کے
پاؤں پر سجدہ کرنے کو گرا۔ اس نے
مجھ سے کہا خبردار! ایسا مت کر میں
بھی تیرا اور تیرے بھائی نبیوں اور
اس کتاب پر عمل کرنے والوں کا
ہم خدمت ہوں۔ خدا کو ہی سجدہ کر"
(مکاشفات ۲/۹)

مگر افسوس کہ عیسائیوں میں خدا کا یہ تصور زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ اس تصور کی جگہ یسوع مسیح کی الوہیت اور تثلیث کے عقیدے نے لے لی۔ "کونسل آف نائیسیا" کی رپورٹ شاہد ہے کہ عیسائیوں کی اکثریت قدرت اور تصرفات میں یسوع مسیح کو خدا کا ہمسر بلکہ اس سے برتر قرار دیتی ہے۔

یہ مجلس ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم نے اس وقت بلائی جب عیسائیوں کے اختلافات خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ وہ اس مجلس کے ذریعہ عیسائیوں کو ایک عقیدے پر جمع کرنا چاہتا تھا۔

اس مجلس میں ایشیا اور افریقہ کے اکثر مندوبین شریک ہوئے تھے۔ ایک شخص یعنی پادری جوان نے بھارت اور ایران کی بھی نمائندگی کی تھی۔ اس نے کونسل کے رجسٹر پر جو دستخط کئے ہیں ان میں اپنے کو ان دونوں ممالک کا نمائندہ لکھا ہے (انڈین کیتھولک ڈیفنس لیگ)

اس کونسل میں قسطنطین کے اشارے پر دو عیسائی علماء کے درمیان مناظرہ ہوا تھا یعنی "ایریوس" اور "اتاناسیوس" کے درمیان۔ "ایریوس" خدا کو واحد اور یسوع مسیح کو اس کا محض ایک پیغمبر مانتا تھا۔ مگر اس کے مقابل "اتاناسیوس" اپنا یہ عقیدہ پیش کرتا تھا کہ خدا کی الوہیت خدا سے منتقل ہو کر یسوع مسیح میں آ گئی ہے۔ اور اب یہی خدائی اختیارات کے مالک ہیں۔ عیسائیوں کی اکثریت نے "اتاناسیوس" کے عقیدے کی حمایت کی تھی۔ رومن کیتھولک چرچ کی بنیاد اسی عقیدے پر ہے۔ اس طرح عیسائیوں کی اکثریت نے خدا کے اس تصور کو ماننے سے انکار کر دیا جو انجیل یا دوسرے عیسائی بزرگوں نے پیش کیا تھا۔

## ویدک دھرم میں توحید

واضح ہو کہ لگ بھگ دو ہزار سال قبل مسیح جب آریہ اس برصغیر میں آئے تو اس وقت وہ ایک "تراکار ایشور" کی پوجا کیا کرتے تھے یعنی وہ خدا کو جسم و جسمانیات سے پاک مانتے تھے۔

پنڈت سندر لال الہ آبادی نے اپنی معلومات افزاء کتاب "گیتا اور قرآن" میں لکھا ہے کہ ویدوں کا "एकमेवाद्वितीयम" اور اسلام کے "وحدہٗ لاشریک لہٗ" ٹھیک ایک معنے ہیں۔ وہ ایک ہے اور اس کا

کوئی سا بھی نہیں۔

پھر وہ گیتا کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اسلئے گیتا کی بار بار اور صاف شبدوں میں تعلیم یہ ہے کہ اور سب دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی ایشور کی پوجا کرنی چاہیئے۔"
$\left(\frac{۹}{۲۸-۲۷}\right)$

پاتنجلی جو ہندوؤں کا ایک مشہور فرقہ ہے وہ بھی ایک ایسے وجود کا قائل ہے جو احکم الحاکمین ہے اور زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ (مقدمہ الفنسٹن)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتب نسیم دعوت اور سناتن دھرم میں فرمایا ہے کہ وید میں توحید کی تعلیم پائی جاتی تھی اور یہ کہ جوگی اب بھی موحد ہوتے ہیں۔

آپ کے علاوہ بعض مسلمان علماء، صوفیاء اور سیاحوں نے ویدک دھرم کا بغور مطالعہ کیا وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے، مثلاً عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں، ابوریحان البیرونی نے کتاب الہند میں، ابوالفضل نے آئین اکبری میں، حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں، مولانا اسمٰعیل شہید نے العبقات میں، مرزا مظہر جان جاناں نے اپنے خطوط میں، مرزا بیدل نے کلیات صفدری میں لکھا ہے کہ وید میں خدا کو ایک برتر، اعلیٰ اور بے مثل وجود کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اسی طرح غیر مسلم محققین میں سے الفنسٹن نے مقدمہ تاریخ ہند میں اور موسیو لیبان نے تمدن ہند میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کو ان کے وید، منوسمرتی اور گیتا نے وحدانیت کی تعلیم دی تھی۔

## شنکر اچاریہ

آٹھویں صدی عیسوی کے مشہور ہندو مصلح و ریفارمر پنڈت شنکر اچاریہ کا قول ہے کہ:۔

"اے خدا میرے تین گناہ معاف کر

(۱) میں نے تصور میں تیری تصویر قائم کی۔ حالانکہ تیری کوئی تصویر نہیں۔

(۲) میں نے مدح میں تیرا بیان کیا۔ حالانکہ تیری تعریف ہو ہی نہیں سکتی۔

(۳) اور میں مندر جاتے وقت یہ بھول گیا کہ تو ہر جگہ موجود ہے۔" (نگار خدا نمبر)

اسلام شنکر اچاریہ کے ان تینوں اقوال کی تائید کرتا ہے۔ اسلام بھی کہتا ہے کہ خدا کی کوئی تصویر نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ نیز فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ اور یہ کہ خدا کی کامل تعریف نہیں ہو سکتی۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ پھر اسلام یہ کہتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

غرض پنڈت شنکر اچاریہ کے نزدیک خدا کا وہی تصور تھا جو اسلام نے پیش کیا ہے یہی وجہ ہے کہ شنکر اچاریہ نے اس برصغیر میں بودھوں کے خلاف ایک زبردست مہم چلائی۔ بودھ لوگ ان کے دلائل اور دباؤ کی تاب نہ لا کر برما اور جاپان کی طرف ہجرت کر گئے۔

## محمد بن قاسم

لیکن اسی زمانے میں مکران اور سندھ کے راستہ ایک نووارد قوم محمد بن قاسم کی سرکردگی میں اس برصغیر میں داخل ہوئی۔ وہ قوم عقیدۂ توحید کی علمبردار تھی۔ شنکر آچاریہ یا ان کے ماننے والوں سے اس قوم کا کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان نووارد مسلمانوں کو شنکر آچاریہ کی طرف سے خوش آمدید کہا گیا۔ وہ یہاں رہے اور پھلے پھولے۔

بلکہ مسلمانوں کے پورے دورِ حکومت میں کبھی مسلمانوں کے خیالات سے شنکر آچاریہ کے ماننے والوں کا کوئی تصادم نہیں ہوا۔

جنوبی ہند کے صوبہ میسور میں شنکر آچاریہ کی جو گدی ہے اس میں سلطان حیدر علی اور سلطان محمد ٹیپو کے تیس خطوط موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنگری کے شنکر آچاریہ کے تعلقات مسلمانوں سے بہت ہی خوشگوار تھے۔

اس خوشگوار تعلق کی وجہ یہ تھی کہ عقیدۂ توحید میں مسلمان اور شنکر آچاریہ کے ماننے والے ایک تھے۔

## ہندوؤں میں شرک و بُت پرستی

اس کے باوجود یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہندو جاتی میں بھی توحید خالص کا تصور زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہ سکا اور لوگ ایک خدا کو چھوڑ کر غیر خدا کی پرستش کرنے لگے۔

غالباً سب سے پہلے ہندوؤں میں ایک خدا کی جگہ "تریمورتی" کا تخیل پیدا ہوا یعنی برہما، شِو اور وشنو کا۔ اِن تینوں دیوتاؤں کو خدا کی تین صفتیں دی گئیں۔ برہما کو خالق کہا گیا۔ شِو کو مارنے والا اور وشنو کو حفاظت کرنے والا۔

ویدوں کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جو "پُرانوں" کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس زمانے میں ہم کو دیوتاؤں کی بہت کثرت نظر آتی ہے۔ بہت سے نئے نئے دیوتاؤں کے نام عوام کی زبان پر آگئے۔

لیکن پندرھویں صدی عیسوی کے بعد شمالی ہند کے دو اوتاروں نے ان تمام دیوتاؤں پر فوقیت حاصل کر لی اور وہ رام اور کرشن ہیں۔ اُن دنوں بھارت میں بھگتی کی تحریک زوروں پر تھی اور اس تحریک کے یہی دونوں اوتار ہیرو یا ممدوح تھے لیکن جنوبی ہند میں ان دونوں اوتاروں کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوئی۔ اُدھر کے لوگ گنیش دیوتا کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بڑی دھوم دھام سے اس کی پوجا کرتے ہیں۔ غرض اِس طرح ہندو جاتی میں ایک ہستیِ مطلق کی جگہ بہت سے دیوتاؤں نے لے لی۔

## ادریسی سیّاح

بارھویں صدی عیسوی میں ایک مسلمان سیّاح ادریسی ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے ہندوؤں کی پوجا پاٹ کے جو چشم دید حالات اپنے سفر نامے "نزھۃ المشتاق" میں لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ہندوستان کی بڑی بڑی قوموں کے ۴۲ فرقے ہیں بعض خالق کائنات کو مانتے ہیں لیکن پیغمبروں کے منکر ہیں۔ بعض پتھر کی شفاعت کے قائل ہیں۔ بعض پتھر کو پوجتے ہیں جو تیل اور مکھن سے چپڑے ہوتے ہیں۔ بعض آگ کے پجاری ہیں۔ بعض آفتاب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کو کائنات کا خالق و ہادی تصور کرتے ہیں۔ بعض درختوں کے آگے جھکتے ہیں۔ بعض سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے بھی ہیں جو ہر عقیدے کے منکر ہیں اور کسی کی عبادت نہیں کرتے۔" (مسلم ثقافت صفحہ ۲)

البیرونی کا یہ بیان بہت جامع اور درست ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہندوستان آکر یہاں کے تمام طبقوں سے تبادلۂ خیالات کیا اور ہندو دھرم کا صحیح علم حاصل کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہوا۔ ہندو جاتی کی اس افتاد طبیعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو دھرم ایک مبہم دھرم ہو گیا۔ اس کی کوئی معین تعریف ناممکن سی ہو گئی۔ موحد، مشرک اور ملحد سبھی ہندو ہیں۔ اس طرح وید اور گیتا کی تعلیم اس قوم کو بہت جلد بھول گئی اور ایک خدا کی جگہ بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں اور نظریات نے لے لی۔

## بودھ دھرم

مذاہب عالم میں سب سے زیادہ خدا کا تصور بودھ مذہب کے اندر تاریکی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ بدھ دھرم میں خدا کا کوئی الگ تصور نہیں پایا جاتا۔ مگر اس کے ایک قدیم فرقے نے بودھ کی جو حقیقت بتائی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مذہب میں بھی ایک ہستی مطلق کا تصور پایا جاتا ہے۔

وہ لوگ عالم کی تخلیق کے متعلق کہتے ہیں کہ "ہستی مطلق" اپنی خاص ذات سے پانچ یا سات بدھوں کو پیدا کرتی ہے اور پھر ان "بدھوں" سے پانچ یا سات "بدھس ساتوا" کو۔

ہر بدھس ساتوا کو باری باری ایک دنیا پیدا کرنے کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ یہ بدھ مآل کار ذات الٰہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق اب تک ہزاروں "بودھ" پیدا ہو چکے ہیں لیکن ان کی کتابوں میں "سات بدھوں" کے حالات خاص طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

## مہاتما گوتم بودھ

یہ بودھ جو ڈھائی ہزار سال پہلے کپل وستو میں پیدا ہوئے، ان کا دور پانچ ہزار سال کا ہے۔ یہ دور پورا ہونے کے بعد دوسرے بودھ کا دور شروع ہوگا۔ (ماخوذ از مقدمہ ہند الفنسٹن)

بودھ دھرم کا یہ فلسفہ شاہد ہے کہ اس مذہب

میں بھی ایک خدا کا تصور پایا جاتا ہے۔

## اشوک کے کتبات

مہاراجہ اشوک کے کتبات گواہ ہیں کہ اس عہد کے "بدھسٹ" خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے روزے رکھا کرتے تھے اور صدقات دیا کرتے تھے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ بودھ دھرم کے ماننے والے بہت جلد ایک خدا کے تصور کو بھلا بیٹھے اور شرک و بت پرستی کی ایسی ٹھوس یادگاریں چھوڑ گئے کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔

"اجنتا" کے غار جنہیں دیکھنے کے لئے دور دور سے سیاح آتے ہیں۔ ہمارے مہاراشٹر کے ضلع اورنگ آباد میں ہیں۔ میں نے خود یہ غار دیکھے ہیں۔ پہاڑ کھود کر بڑے بڑے ہال بنائے گئے ہیں اور پھر ان ہالوں کی دیواروں پر، چھتوں پر اور فرشوں پر مہاتما گوتم بدھ کے مجسمے کھود دے گئے ہیں۔ مورخوں کا خیال ہے کہ چھ سو سال تک یعنی دوسری صدی عیسوی سے لے کر آٹھویں صدی عیسوی تک یہ لوگ اس کام میں لگے رہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان غاروں میں سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے نادر نمونے نظر آتے ہیں مگر ان بتوں کے سامنے "عقیدۂ توحید" کی پامالی دیکھ کر افسوس بھی ہوتا ہے۔ یہ غار گواہ ہیں کہ یہ قوم خدائے واحد کو چھوڑ کر تن من دھن سے بت سازی و بت پرستی میں لگ گئی تھی۔ اور اب تو اور بھی بہت سے غاروں کا پتہ لگ رہا ہے۔ پھر کسی میوزیم کی سیر کیجئے وہاں سب سے زیادہ گوتم بدھ کے مجسمے نظر آئیں گے۔

غرض گوتم بدھ کے ماننے والے بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر مہاتما گوتم بدھ کی پرستش میں لگ گئے۔ اس طرح ایک ہستی مطلق کا تصور بودھ دھرم سے غائب ہو گیا۔

## باپ اور بیٹا

خدا کے متعلق تصورات میں سے ایک تصور باپ اور بیٹے کا بھی ہے۔ اکثر مذاہب میں ایسے آثار پائے جاتے ہیں جن میں خدا کو باپ کہا گیا ہے اور مخلوق کو اس کا کنبہ۔

قرآن شریف بھی کہتا ہے کہ خدا کو کم سے کم اس طرح یاد کرو جیسے تم اپنے باپ کو یاد کرتے ہو۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ خواجہ الطاف حسین حالی نے کتنا اچھا کہا ہے ؎

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

ہندو دھرم میں بھی خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ سنسکرت کی ایک دعا ہے کہ:-

त्वमेव माता च पिता

یعنی "تو ہی ہمارا ماتا پتا ہے۔"

تشبیہ اور استعارے کے رنگ میں یہ کہنا بالکل درست ہے۔

مگر عیسائیوں نے باپ اور بیٹے کا جو مطلب لیا ہے وہ سب سے جُدا گانہ ہے کیتھولک فرقہ یسوع مسیح کو سچ مچ خدا کا بیٹا مانتا ہے اسی لئے اس کو خدا کے تختِ الوہیت کا وارث قرار دیتا ہے۔

خدا کے باپ ہونے کا یہ تصور غالباً عیسائیت کے سوا اور کسی دوسرے آسمانی مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

جماعت احمدیہ نے اس موضوع پر خوب خوب دادِ تحقیق دی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ عیسائیت کا "نظریۂ ابنیت" عقل و نقل کے علاوہ خدا کی شانِ الوہیت کے بھی منافی ہے۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا کہ خدا کی نہ بیوی ہے نہ بیٹا۔

## ایشور، جیو، پراکرتی

اسی طرح خدا کے تصورات میں سے ایک تصور ایشور، جیو اور پراکرتی کا بھی ہے یعنی خدا معاملۂ تخلیق میں روح اور مادے کا محتاج ہے۔

بھارت میں اس خیال کا پرچار آریہ سماج نے خوب کیا۔ مگر اسلام کے نزدیک تخلیق مشیتِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ وہ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا
أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

یعنی وہ اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اس طرح وہ ارواح اور مادہ کا خالق ہے۔

## اسلام اور توحید

میرے اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگرچہ ہر مذہب کے بانی نے اپنے اپنے ماننے والوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم دی تھی اور خدائے واحد و یگانہ کا تصور پیش کیا تھا مگر اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب میں خدا کی وحدانیت کا یہ تصور نہیں رہا۔ ہر قوم نے وصفِ الوہیت میں مخلوق کو خدا کا ساجھی ٹھہرایا اور خدا جو ایک نادیدہ ہستی اور بے مثال وجود ہے اُسے مادی شکل میں دکھانے کی کوشش کی گئی۔ یہ اسلام کا اعجاز تھا کہ اس نے خدائے واحد کا صرف تصور ہی پیش نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں توحید کا سکہ بٹھا دیا اور یہ مذہبی امور میں سب سے زیادہ محبت اور قربانی توحید ہی کے نام پر کرنے لگے۔

## سوامی دیانند سرسوتی

ہندوستان میں جب سوامی دیانند سرسوتی نے مورتی پوجا کی مخالفت شروع کی اور لوگوں کو ایک "نراکار ایشور" کی طرف بلایا تو یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اسلام پر بھی اعتراضات کرتے ہیں مسلمانوں نے سوامی جی کا ساتھ دیا محض اسلئے کہ وہ ہندوؤں کو ایک خدا کی طرف بلاتے تھے اور اس کو سچدانند سروپ، نرویاپک، سرو شکتیمان اور انتریامی کہتے تھے۔ چنانچہ آریہ سماج کی بنیاد لاہور کے ایک مسلمان کے گھر میں ڈالی گئی۔

پھر جب ایک مرتبہ سوامی جی بنارس گئے اور مورتی پوجا کے خلاف ویاکھیان دیئے تو وہاں کے عام ہندوؤں نے ان کی اتنی مخالفت کی کہ انکا بنارس میں ویاکھیان دینا دشوار ہو گیا۔

یہ دیکھ کر بنارس کے مسلمان کلکٹر (جو غالباً سرسیّد مرحوم کے لڑکے سید محمود تھے) انہوں نے سوامی جی کو دعوت دی کہ وہ اُن کے مکان کے احاطے میں تقریر کریں۔ چنانچہ سوامی جی نے ان کے مکان پر تقریر کی اور بنارس کے بڑے بڑے مسلمانوں نے ان کی وہ تقریر سنی۔

## بابا کبیر داس

ان سے تین سو سال پہلے بنارس میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ رونما ہوا تھا اور وہ واقعہ بابا کبیر داس کا تھا جن کے دوہے آج بھی شمالی ہند کے اکثر علاقوں میں ہندو اور مسلمان گاتے ہیں۔

انہوں نے جب اپنے رنگ میں ہندو جاتی کو رام اور رحیم کی طرف بلانا شروع کیا تو بعض کوتہ اندیش مولویوں نے ان کی مخالفت کی۔ وہ زمانہ سلطان سکندر لودھی کا تھا۔ خود سلطان شرک اور بدعت کا بڑا مخالف تھا۔ اس نے مشہور مسلمان بزرگ سید سالار مسعود غازی کے مزار کا میلہ جو بابی جیٹھ میں ہوا کرتا تھا یہ کہہ کر بند کروا دیا تھا کہ یہ بدعت ہے۔ اس بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ بنارس میں "بابا کبیر داس" صوفیانہ طور و طریق سے لوگوں کو توحید کی طرف بلا رہے ہیں تو انہوں نے فوراً ان کی سرپرستی کا اعلان کر دیا۔ اور یہ ان کی سرپرستی ہی کا نتیجہ تھا کہ "بابا کبیر داس" زندگی بھر نہایت اطمینان سے گیان دھیان کی باتیں سناتے رہے۔

## مسلمان علماء و صوفیاء

لیکن اس سے زیادہ حیرت انگیز مسلمان علماء کا کارنامہ ہے۔ اسلام نے جب یہ اعلان کیا کہ وحدانیت کی تعلیم پیش کرنے میں اسلام منفرد نہیں بلکہ دوسری مذہبی کتابوں میں بھی یہ تعلیم پائی جاتی ہے۔ قرآن شریف کا ارشاد ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔

خدا کا یہ حکم سنتے ہی مسلمان علماء و صوفیاء نے دوسری قوموں کی مذہبی کتابوں میں عقیدۂ توحید کی تلاش شروع کی۔ اور آج یہ دیکھ کر ساری دنیا حیران ہے کہ اس سے پیشتر کہ غیر مسلم قومیں اپنی اپنی کتابوں میں عقیدۂ توحید کو پاتیں مسلمانوں نے ان کی کتابوں میں عقیدۂ توحید کو پا لیا اور یہ اپنے ریسرچ کے باعث ان قوموں کی مذہبی میراث کے مالک ہو گئے۔

اس کے بعد ہر قوم کے مذہبی علماء نے بھی اپنی اپنی کتابوں کی طرف توجہ کی اور ان میں بہت سے ہیں جنہوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنی اپنی مذہبی کتابوں کے ذریعہ اسلام کے عقیدۂ توحید کی تائید کی۔

# صفاتِ الٰہیہ

اب میں خدا تعالیٰ کی چند صفات کا ذکر کرتا ہوں۔

## صفتِ کلام

خدا کی ذات اور صفات کے مسئلے میں ایک بحث یہ بھی آتی ہے کہ خدا کی صفات عین ذات ہیں یا غیرِ ذات، اور خدا کی کوئی صفت کبھی معطّل بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ مثلاً یہ کہ خدا کی ایک صفت متکلّم بھی ہے تو کیا کوئی ایسا زمانہ بھی آتا ہے جب خدا کی یہ صفت خدا سے جُدا ہو جائے؟

آریہ سماج کے نزدیک خدا کی "صفتِ کلام" کا ظہور صرف ایک مرتبہ "سرشٹی کے آدی" یعنی تخلیق کے آغاز میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد لگ بھگ چار ارب سال تک خدا خاموش رہتا ہے اور خدا کی صفتِ کلام معطّل رہتی ہے۔

جو لوگ کسی زمانے میں سلسلۂ نبوّت کو بند مانتے ہیں وہ دراصل آریہ سماج کے اس عقیدے کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کی کوئی صفت کبھی معطّل نہیں ہوتی۔ اسی بناء پر ہم احمدی یہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا اب بھی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بات چیت کرتا ہے۔

؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

# خدا کی قدرت و سُنّت

اسلام میں خدا کے تصوّر پر غور کرتے ہوئے ایک مسئلہ اس کی قدرت اور سنّت کا بھی آتا ہے۔ اسلام نے خدا کا یہ تصوّر پیش کیا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے مگر وہ بجز اظہارِ اعجاز کے اپنی سُنّت کو نہیں بدلتا۔ جیسے اشیاء کے خواص ہیں۔ آگ گرمی پیدا کرتی ہے پانی پیاس بجھاتا ہے اور زہر کھانے والے کو ہلاک کرتا ہے۔ اشیاء کے یہ خواص ہیں جو خدا نے پیدا کئے ہیں۔ ان خواص میں کبھی تغیّر نہیں آتا۔ آگ کبھی پانی کا اور پانی آگ کا کام نہیں کرتا۔ اگر خدا روزانہ چیزوں کی خاصیّت بدلتا رہے تو کارخانۂ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک کسان کھیت میں دھان کے بیج بوئے مگر خدا راتوں رات ان بیجوں کی خاصیت بدل دے اور کھیت میں دھان کی بجائے کیکر یا چنار کے پودے نکل آئیں تو کاشتکاری کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

ایک طبیب خدا کی اسی سنّت پر اعتماد کر کے مریض کو نسخہ لکھ کر دیتا ہے کہ اس نے جن اشیاء اور جڑی بوٹیوں کے نام لکھے ہیں ان کے خواص میں کوئی تغیّر نہیں ہوتا۔

آج سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں جو اہم انکشافات ہو رہے ہیں اس کی وجہ بھی اشیاء کے معیّنہ خواص ہی ہیں۔ تمام تحقیقاتی اداروں کی بنیاد قدرت کے مضبوط و مستحکم نظام ہی پر ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:-

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

طِبَاقًا مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ
الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى
مِنْ فُطُوْرٍ

ترجمہ: خدا وہ ہے جس نے درجہ بدرجہ سات
آسمان بنائے تمہیں خدا کی تخلیق میں
کوئی رخنہ نظر نہیں آئے گا تم آنکھیں
پھیر کر دیکھو کیا تمہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے"

اسی لئے اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے مگر کارخانۂ عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی سنت قائم رکھتا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

## زندہ خدا

اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے وہ زندہ خدا کا تصور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ آج اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب زندہ خدا کا تصور پیش نہیں کرتا۔ کلام، بول چال اور حرکت یہی زندگی کی علامات ہیں۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو یہ کہتا ہے کہ خدا ہمیشہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ خواب کے ذریعہ، کشف کے ذریعہ یا وحی و الہام کے ذریعہ۔ اسلام کے علاوہ اور کوئی دوسرا مذہب اس بات کا مدعی نہیں۔

اسلام کی طرف سے اس زمانے میں جماعت احمدیہ زندہ خدا کا زندہ ثبوت ہے۔ اس نے اس جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام سے کلام کیا۔ اس نے جماعت احمدیہ کی عالمگیر قبولیت کی خبر دی۔ جو پوری ہوئی۔ اس نے سلطنت برطانیہ کے زوال و اختلال کی خبر دی جو پوری ہوئی۔ اس نے پسر موعود کی بشارت دی جو بڑے جاہ و جلال کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس نے ہولناک جنگوں کی خبر دی اور اعلام الٰہی کے مطابق وہ جنگیں ہوئیں۔ اس نے جماعت احمدیہ کو زمین کے کناروں تک پھیلانے کا وعدہ کیا اور وہ اپنا یہ وعدہ وفا کر رہا ہے۔

ان شواہد سے ظاہر ہے کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے اور وہ بنی نوع انسان کے سامنے زندہ خدا کا تصور پیش کرتا ہے

## اُمّہات الصّفات

اب میں اُن چار صفاتِ الٰہیہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو سورۂ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں یعنی ربّ العالمین، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدّین۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہندو دیومالا میں آکاش، سورج، چاند اور پرتھوی کے جو نام آتے ہیں وہ دراصل خدا کی یہی چار صفات ہیں۔

آکاش سے مراد خدا کی وہ صفت ہے جس نے سارے عالم کو اپنے سائے میں ڈھانپ رکھا ہے۔ اسی کو سورۂ فاتحہ میں "ربّ العالمین" کہا گیا ہے۔

سورج سے مراد خدا کی وہ صفت ہے جو نظامِ شمسی کے ہر ذرّے کو کسی سوال اور طلب کے بغیر فیض پہنچاتی ہے۔ اِسی کو سورۂ فاتحہ میں "رحمٰن" کہا گیا ہے۔

اور چاند خدا کی اُس صفت کو کہتے ہیں جس کا ظہور طلب اور حاجت کے وقت ہوا کرتا ہے۔ اس کو سورۂ فاتحہ میں "رحیم" کہا گیا ہے۔

اور برہسپتی خدا کی اس صفت کا نام ہے جس کے ماتحت مکتی اور جزا و سزا کے دن کا ظہور ہوتا ہے اس کو سورۂ فاتحہ میں "مالکِ یوم الدّین" کہا گیا ہے۔

ہندو دیومالا میں ان چاروں دیوتاؤں کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اسلام میں خدا کی ان چاروں صفات کو۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ "دیومالا" کے یہ دیوتا اور سورۂ فاتحہ کی یہ چاروں صفاتِ الٰہیہ دراصل ایک ہی ہیں تو اس سے دیوتاؤں کی حقیقت کس قدر واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح تحقیق کی نظر سے یہ بھی سچ ہے کہ جس قدر اجرامِ فلکی و عناصرِ ارضی بلکہ ذرہ ذرہ عالم کا محسوس و مشہود ہے یہ سب باعتبار مختلف خاصیتوں کے جو ان میں پائی جاتی ہیں خدا کے نام ہیں اور خدا کی صفات ہیں اور خدا کی طاقت ہے جو ان کے اندر پوشیدہ طور پر جلوہ گر ہے اور یہ سب ابتدا میں اسی کے کلمے تھے جو اس کی قدرت نے ان کو مختلف رنگوں میں ظاہر کر دیا۔"

(نسیمِ دعوت صفحہ ۵۹)

یہ دَور جب کہ ہمارے ملک بھارت میں مذہب کے نام پر نفرت پھیلائی جا رہی ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تشریح کیسی محبت انگیز اور حقیقت آفریں ہے۔ کاش بھارت کے باشندے اس پر غور کریں۔!

## وحدۃ الوجود کا نظریہ

اب میں موحّدوں کے ایک خاص عقیدے کی طرف آتا ہوں جس کو عقیدۂ وحدت بولتے ہیں۔ موحّدوں کی جماعت میں ہر جگہ ایک فرقہ ویدانتیوں یا وجودیوں کا نظر آتا ہے۔

اس فرقے کی اصل یہ ہے کہ موحدوں نے جب دیکھا کہ خدا اپنی ذات و صفات میں بے مثل و یگانہ ہے تو سوال پیدا ہوا کہ پھر خدا سے محبت کیسے کی جائے؟ محبت تو ہم جنس سے ہوتی ہے نہ غیر جنس سے۔

چنانچہ اس فرقے نے خدا اور بندے کے تعلقات پر غور کرنا شروع کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ دراصل وجود ایک ہی ہے اور ہم سب اسی ایک دریائے وجود کے قطرے ہیں۔ انسان کی حیثیت خدا کے مقابل ایسی ہے جیسی قطرے کی دریا کے مقابل ہوتی ہے قطرہ سمندر ہی کا ایک جزء ہوتا ہے نہ اس کا غیر مگر وہ سمندر

سے الگ ہونے کے باعث مجبور اور مسلوب القدرت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ وجود حقیقی ایک ہی ہے اور مخلوقات اسی ایک وجود کے اجزاء ہیں۔ اپنی اصل سے دُور ہونے کے باعث قدرت اور اختیارات سے محروم ہیں۔ بندگی اور مجبوری کے دن گزارتے ہیں مگر ان کے دل میں ہر وقت اپنی اصل یعنی وجود حقیقی کی طرف لوٹنے کی خواہش رہتی ہے۔ اسی کو "شوقِ وصال" کہتے ہیں۔

مولینا رومی رحؒ نے بانسری کی زبانی یہ بات یوں کہلوائی ہے ؎

کز نیستاں چوں مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
ہر کسے کو دُور ماند از اصلِ خویش
باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

اس فلسفۂ توحید کے ماننے والے ہر مذہب و ملت میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کی "میمانسا" اور "اپنشد" میں توحیدِ الٰہی کا یہی تصور پیش کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے تمام بڑے بڑے پنڈت وید ویاس سے لے کر شنکر آچاریہ تک اسی فلسفۂ توحید کے ماننے والے تھے۔ گیتا میں بھی اسرارِ توحید اسی رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔

مسلمان صوفیاء میں تمام جلیل القدر صوفیاء کا یہی عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی سے لیکر مولینا رومی اور خواجہ معین الدین چشتی تک کسی نہ کسی رنگ میں اسی عقیدے کے ماننے والے گزرے ہیں لیکن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وجودی مذہب حق سے دُور چلا گیا ہے۔ پھر بھی آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ بڑے قابلِ احترام بزرگ گزرے ہیں انہیں ہرگز حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)

## شرک کیا ہے؟

شرک کی تعریف یہ ہے کہ کسی مخلوق کو خدا کی قدرت و تصرفات میں شریک سمجھا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے جہاں جہاں بُت پرستی کی مخالفت کی ہے قدرت کا سوال اٹھایا ہے۔ یعنی تم اس کو صاحبِ قدرت سمجھتے ہو حالانکہ یہ اتنے بے بس ہیں کہ مکھیوں کو بھی نہیں بھگا سکتے۔ یا تم بتوں کی اس لئے پُوجا کرتے ہو کہ وہ تم کو خدا کا قرب دلا دیں گے یعنی تم ان کو ایسا صاحبِ اختیار سمجھتے ہو۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ عیسائی حضرات جب یسوع مسیح کا ذکر کریں گے تو کہیں گے باپ نے اپنے سارے اختیارات مارنے کے جلانے کے اور گناہ بخشنے کے اپنے اس اکلوتے بیٹے کو سونپ دیئے اسلئے اب وہی صاحبِ اختیار ہو گیا ہے۔

قرآن مجید ایسے عقیدے کو شرک قرار دیتا ہے اور اس سے سخت بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ ورنہ جہاں تک صرف وسیلے اور خدا تما واسطے کا سوال ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء خدا اور بندوں کے درمیان ہادی اور واسطہ بن کر آتے ہیں مگر صاحبِ اختیار بن کر نہیں آتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا کہ آپ اپنی بشریت کا اعلان کیجئے :-

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ ۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا
لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا
صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔

ایسے بزرگوں سے عقد اخوت باندھنا اور انکی رہنمائی سے خدا تک پہنچنے کی کوشش کرنا اسلام میں پسندیدہ ہے۔ پس اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے خدا اور بندے کے درمیان بطور رہنما انبیاء اور بزرگوں کے واسطے کو بھی شرک کہا ہے۔

## دورِ شرک کے نقصانات

دورِ شرک ایک بھیانک دور ہوتا ہے۔ اس دور میں زمین و آسمان میں اور انسان کی طبیعت میں بعض مہلک تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ وقت پر بارش نہیں ہوتی ہے۔ تباہ کن سیلاب اور خوفناک زلزلے زیادہ آتے ہیں۔ زمین پر پانی کی کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔ زمین فصل کم اُگاتی ہے اور درختوں میں پھل کم لگتے ہیں۔ انسانی معاشرے میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ خودکشی کے واقعات زیادہ ہونے لگتے ہیں۔ قوموں کے درمیان نفرت اور عداوت بڑھ جاتی ہے۔

خدا کے ایک پیغمبر جو دورِ شرک میں مبعوث ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہ نصیحت کی تھی :-

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ
غَفَّارًا ۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ
مِّدْرَارًا ۔ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ
وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ
لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۔　(سورہ نوح)

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا سے مغفرت طلب کرو۔ وہ آسمان سے بارش برسائے گا اور تمہارے اموال اور اولاد میں برکت دیگا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں بنائے گا۔

بائبل کتاب احبار میں بھی کہا گیا ہے کہ :-

"تم اپنے لئے بت نہ بنانا۔ نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لئے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو اسلئے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو تو میں تمہارے لئے وقت پر مینہ برساؤنگا اور زمین سے اناج پیدا کرونگا اور میدان کے درخت پھلیں گے اور چین سے اپنے ملک میں بستے رہو گے اور میں ملک میں امن بخشوں گا۔" (احبار $\frac{۲۶}{۱-۱۰}$)

## انبیاء اور دورِ توحید کا قیام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ

اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔" (الوصیۃ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

گویا قرآن مجید نے بھی ۱۴ سو سال پہلے تمام اہلِ کتاب کو دعوت دی تھی کہ وہ ایک ایسے "کلمہ" کی طرف آجائیں جو مسلمانوں اور اہلِ کتاب کے درمیان مشترک ہو۔ اور "وہ کلمہ" یہ ہو:-

۱۔ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔
۲۔ کسی کو خدا کا ساجھی نہیں ٹھہرائیں گے۔
۳۔ کسی غیر خدا کو اپنا رب نہیں بنائیں گے۔

توحیدِ الٰہی کا یہی وہ تصور ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

اسلام ۱۴ سو سال سے بنی نوع انسان کو اس "توحیدِ کامل" کی طرف بُلا رہا ہے۔ کتنی قومیں اس دعوت کو قبول کر کے اس حقیقت کی شہادت دے چکی ہیں کہ "ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ وہ زندگی کا چشمہ ہے جو تشنہ لبوں کو سیراب کرتا ہے۔" (کشتی نوح)

کاش دنیا کی قومیں پھر یہ شہادت دینے پر تیار ہوں۔ اور وہ دن جلد آئے کہ مشرکوں کے اقتدار کا دنیا سے خاتمہ ہو۔ لوگ غیر اللہ کو چھوڑ کر اپنے پروردگارِ حقیقی کی طرف لوٹ آئیں تا خدا جو آجکل بندوں کے بداعمال دیکھ کر غضبناک ہو رہا ہے پھر اپنے بندوں سے راضی ہو جائے اور روئے زمین کے رہنے والے پھر برکاتِ سماوی و ارضی سے مستفید ہونے لگیں۔ خالق و مخلوق کے تعلقات استوار ہو جائیں۔ زمین پر پھر پانی کی فراوانی ہو۔ غذائی قلت دُور ہو اور انسانی معاشرے میں جو بے چینی پیدا ہو گئی ہے وہ ختم ہو۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العالمین۔

---

شکایت

## جناب پوسٹ ماسٹر صاحب جنرل مغربی پاکستان سے درخواست

ادارہ الفرقان ربوہ کی طرف سے مندرجہ ذیل چھ وی پی باقاعدہ طور پر کئے گئے تھے مگر مہینوں اور سالوں کے گزرنے کے باوجود اور افسران ڈاکخانجات کو بار بار یاددہانیوں کے باوجود محکمہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ براہ مہربانی آپ فوری توجہ فرمائیں:-

وی پی نمبر ۱۸۴ ۱۲/۶۵ ۱۳ رقم ۱۰-۱۰ روپے، وی پی نمبر ۴۶ ۱۲/۶۵ ۲۱ رقم ۶۰-۶ روپے، وی پی نمبر ۱۲۹ ۴/۶۶ ۱۰ رقم ۶۰-۶ روپے، وی پی نمبر ۱۱۷ ۴/۶۶ ۱۸ رقم ۶۰-۶ روپے، وی پی نمبر ۱۹۲ ۲/۶۷ ۱۴ رقم ۶۰-۱۳ روپے، وی پی نمبر ۱۲۲ ۹/۶۷ ۱۳ رقم ۷۰-۶ روپے۔

جناب پوسٹ ماسٹر صاحب ربوہ کو بھی متعدد بار یاددہانی کرائی گئی ہے۔ —— (مینجر الفرقان ربوہ)

# حضرت امام جماعت احمدیہ کی دعوتِ اتحاد اور اس کا "جواب"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے گزشتہ دنوں سرگودھا میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"تمام **مسلمان فرقوں** کو اسلام کی سربلندی اور خدا اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دس یا بیس سال کے لئے آپس میں صلح کر کے تمام فروعی اختلافات کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے اور اپنی ساری توجہ **تبلیغ اسلام** پر مرکوز کرنی چاہیئے۔" (روزنامہ امروز لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ء)

کتنی مخلصانہ اور سراسر خیر خواہی پر مشتمل یہ تحریک ہے مگر برا ہو ضد و تعصب کا کہ ایسی بے لوث دعوت پر بھی "علماء" کا جواب یہ ہے کہ:-

"خلیفہ ربوہ کی خواہش ہے کہ تمام فرقہ ہائے اسلامی جماعت ربوہ کے کچھوے کو آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھنے دیں اور خود خوابِ خرگوش کے مزے لیتے ہوئے ذرا دس بیس سال کیلئے میٹھی نیند آرام کریں تاکہ جب ان کی آنکھ کھلے تو جماعت ربوہ کے خلیفہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان تعمیر کر چکے ہوں۔ اگر یہ **نیک تحریک** کسی اور حلقے کی طرف سے پیش کی جاتی تو اس پر غور کرنے کا سوال پیدا ہوتا تھا۔" (لولاک لائلپور یکم دسمبر ۱۹۶۷ء)

مدیر صاحب تحریک کو "نیک تحریک" تسلیم کرتے ہیں مگر صرف اس خطرہ کے پیش نظر اس پر غور کرنے اور اسے ماننے کے لئے تیار نہیں کہ وہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے پیش ہوئی ہے۔ مدیر لولاک سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے دس بیس سال تک متحد ہو کر تبلیغ اسلام میں صرف کر دیئے تو تحریک احمدیت اس دوران "ایک نئی زمین اور نیا آسمان" تعمیر کر لیگی۔ گویا ان مولویوں پر بے عملی کے علاوہ مایوسی کا بھوت بھی بُری طرح سوار ہے۔ اگر آپ لوگوں کو جماعت احمدیہ اتنا ہی برا ہے تو چلئے احمدیوں کے علاوہ باقی فرقے ہی تبلیغ اسلام کے لئے متحد ہو جائیں اب تو آپ کے قول کے مطابق مسلمانوں کے فرقوں کی حالت یہ ہے کہ:-

"**مذہبی فرقوں کا اختلاف** عناد اور انتشار کی صورت اختیار کر چکا ہے جس سے **ملک کے اتحاد کو ناقابلِ تلافی نقصان** پہنچ رہا ہے۔ آئے دن مذہبی فرقوں کے تنازعات اور مناقشات **فساد** کی شکل اختیار کرتے رہتے ہیں جس سے **ملک اور مذہب دونوں کی رسوائی** ہوتی ہے۔" (لولاک صہ یکم دسمبر ۱۹۶۷ء)

خدارا سوچئے کہ ان حالات میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے کتنی اچھی تجویز پیش فرمائی ہے؟ کیا اس تجویز پر عمل پیرا ہونے سے "فساد" ختم نہیں ہو جاتے اور "ملک و مذہب کی رسوائی" کا سلسلہ بند نہیں ہو جاتا؟ ہماری درخواست ہے کہ "نئی زمین اور نئے آسمان" کی خدائی تقدیر سے ہراساں ہو کر آپ تبلیغ اسلام کے لئے متحدہ جدوجہد سے گریز نہ فرمائیں اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی مخلصانہ دعوت پر دوبارہ غور فرمائیں وما علینا الا البلاغ المبین۔ (ابو العطاء)

ایک تحقیقی نکتہ

# ختمِ نبوّت کا مفہوم سمجھنے کے لئے ختمِ ولائیت کو سمجھنا ضروری ہے

(از قلم ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب خلیل ہیمبرگ۔ جرمنی)

(۱)

بیروت کے کیتھولک پریس سے وقتاً فوقتاً عربی زبان کے قیمتی مسودات شائع ہوتے رہتے ہیں حال ہی میں اس پریس نے ایک نہایت بزرگ اور ولی اللہ حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی الحاکم الترمذی (متوفی ۳۲۰ ہجری) کی خود نوشت سوانح حیات بعنوان کتاب "خاتم الاولیاء" شائع کی ہے۔ اس کتاب کا اصل نسخہ ابھی تک خاکسار کو دستیاب نہیں ہو سکا تاہم ایک بین الاقوامی شہرت کے رسالہ Der Islam نے جو یونیورسٹی ہیمبرگ کے شعبۂ تاریخ الاوسط کی طرف سے شائع ہوتا ہے اس کتاب پر جو ریویو کیا ہے اس میں سے بعض حقیقت افروز اقتباسات کا جرمن زبان سے ترجمہ ناظرین کے لئے نہایت دلچسپی کا باعث ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ ریویو ایک غیر جانبدار مستشرق ڈاکٹر وان ایس فرانکفورٹ کے قلم سے ہے۔

(۲)

"اس کتاب میں حاکم الترمذی نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء یعنی خدا کے اولیاء کی مہر (Siegel der gottesfreunde) قرار دیا ہے۔ اور یہ ان کی خود نوشت سوانح حیات ہے ...... یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابن العربی نے (حاکم الترمذی کی وفات کے کئی سو سال بعد) اپنے صوفیانہ عقائد پر اپنے کتابچہ "الجواب المستقیم عما سأل عنه الترمذی الحکیم" میں تفصیل بحث کی ہے۔ اور ابن العربی نے بھی اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں خاتم الاولیاء (Siegel der gottesfreunde) یعنی ولیوں کی مہر تھے۔

حاکم الترمذی نے صفحہ ۳۳۶ پر "خاتم الاولیاء" کے مفہوم کو خاتم الانبیاء کے معانی سے متقابل (Analogous) پیش کیا ہے ...... اس طرح ترجمہ کی مشہور مشکل بھی حل ہو گئی یعنی یہ کہ خاتم اور مہر سے مراد "آخری" نہیں ہو سکتا بصورت دیگر اولیاء اپنے لئے خاتم کا لفظ استعمال نہ کر سکتے۔ خاتم اور مہر سے مراد اس جگہ (Lecaon dere یعنی Berechtigung) استحقاق خصوصی ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ مہر لگنے کی وجہ سے کسی کو اس کے حقوق سپرد کئے جاتے ہیں۔ لہذا خاتم نہیں لکھنا چاہئیے بلکہ خاتَم۔"

—— (۳) ——

## اقتباسات

**(الف)** "محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدا کی منشاء کے مطابق نبوت پر اس مفہوم میں مُہر لگائی کہ صرف آپ ہی حقیقی معنی میں اس کے حقدار ہیں۔" (دیکھئے صفحہ ۴۴۰)

**(ب)** "خاتم الاولیاء کو "بشریٰ" یعنی مکالمۂ خداوندی اور آخرت کے نیک انجام کی بشارت سے حصہ دیا جاتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دس صحابہ کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دیدی تھی۔" (صفحہ ۴۲۶)

(اقتباس از ڈر اسلام مارچ ۱۹۶۲ء)

—— (۴) ——

حاکم الترمذی کی کتاب خاتم الاولیاء کے مندرجہ بالا اقتباسات اور ان پر ایک جرمن مستشرق کے تبصرہ سے حسب ذیل امور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

(۱) حضرت ابن العربی کے خاتم الانبیاء کے متعلق جو بیانات ہیں ان پر حاکم الترمذی کی تصریحات کا گہرا اثر موجود ہے۔

(۲) جماعت احمدیہ اور بعض دوسری مسلمان جماعتوں کے درمیان ختم نبوت کے ترجمہ کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں غیر مسلم محققین بھی اب غیر جانبدارانہ رائے قائم کر چکے ہیں۔ اس امر کا اندازہ خاکسار نے کئی جرمن مستشرقین سے زبانی گفتگو کے دوران بھی لگایا ہے۔

(۳) غیر جانبدار مبصرین کے نزدیک خاتم الانبیاء کو خاتم الانبیاء پڑھنا درست نہیں۔ یہ دو مختلف عبارات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتَم الانبیاء تھے۔ جس کا ترجمہ حاکم الترمذی کے الفاظ میں ہی یہ ہے کہ آپ کو شرعی نبوت پر استحقاق خصوصی حاصل تھا اور یہ کہ آپ نبیوں کی مُہر (جرمن Siegel) تھے۔ مُہر تصدیق کرنے کا کام دیتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی نبی ہو سکتا ہے جس کو آپ کے استحقاقِ خصوصی سے حصہ ملے اور جس نبوت کی آپ اپنی مُہر سے تصدیق فرما دیں صرف اور صرف وہی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری رہیگی۔


**القَولُ المُبِین**

**فی**

**تفسیر خاتم النبیّین**

جناب مودودی صاحب کے کتابچہ "ختم نبوت" کے جواب میں ہماری طرف سے القول المبین شائع ہوا ہے جس کے جواب سے مودودی صاحب عاجز ہو گئے ہیں۔

صفحات ۲۵۰ —— قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ :- مکتبہ الفرقان ربوہ

# پادری عبدالحق صاحب کے نام دو مکتوب

{ خاکسار نے پادری عبدالحق صاحب چنڈی گڑھ بھارت کے نام ایک خط ان کے رجسٹری مکتوب کے جواب میں لکھا ہے اور دوسرے مکتوب میں انہیں مضمون "حضرت مسیح کا مقام ازروئے بائیبل و قرآن مجید" کے بارے میں استفسارات کی دعوت ہے۔ ہر دو مکتوب احباب کے علم کے لئے درج ذیل ہیں ۔۔۔ (مدیر) }

## پہلا مکتوب

مکرم پادری عبدالحق صاحب چنڈی گڑھ (بھارت)

السّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کی چٹھی مورخہ ۱۰ر نومبر ۱۹۶۷ء بصیغہ رجسٹری موصول ہوئی۔ اس میں کام کی صرف ایک بات ہے باقی تو آپ کی دیرینہ عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔ آمین

کام کی بات صرف یہ ہے کہ آپ نے الفرقان جولائی، اگست ۱۹۶۷ء میں شائع شدہ چار مضامین پر "تحریری مناظرہ" بظاہر منظور کر لیا ہے ہمیں اس سے خوشی ہے۔ آپ کو اختیار ہے کہ ہمارے مسلمات میں سے جو چاہیں منتخب کر لیں۔

آپ پر واضح رہے کہ میں لکھ چکا ہوں کہ:۔

"ہمارے نزدیک بحث لازماً تحریری ہوگی اور تہذیب سے ہوگی۔ دلائل الہامی کتابوں سے بپیرایۂ معقولیت ہوں گے، غلط مبحث کرنے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی۔ اگر یہ صورت پادری صاحب کو منظور ہے تو آج بھی تصفیہ ہو سکتا ہے۔" (الفرقان جولائی ۱۹۶۷ء صہ ۳)

آپ تحریر فرمائیں کہ یہ صورت آپ کو منظور ہے۔ اگر آپ اسے منظور کر لیں تو باقی امور کا تصفیہ بالکل آسان ہے۔ میں نے بھی چار مضمونوں کا اعلان کر دیا ہے آپ نے بھی عنوان لکھ دیئے ہیں۔ پہلے میرے اعلان کردہ پہلے مضمون "مسیح بن مریم صرف رسول ہیں (ابن اللہ نہیں)" پر بحث ہوگی پھر آپ کے مضامین میں سے پہلے عنوان "احمدی عقیدۂ توحید" پر بحث ہوگی۔ اسی طرح علی الترتیب ہر مضمون پر تحریری مباحثہ ہو جائے گا

ہر مضمون پر سات سات پرچے ہوں گے اور مباحثہ ختم ہونے پر پرچے شائع کر دیئے جائیں گے آپ تاریخ مناظرہ پوچھتے ہیں۔ امور بالا طے ہو جانے پر دو ہفتے کے اندر اندر پرچے شروع ہو جائیں گے اور پرچے بصیغۂ رجسٹری

دوسرے فریق کو بھیجے جائیں گے۔

امید ہے کہ آپ بلا حیل و حجت اس طریق فیصلہ کو منظور کر کے مطلع فرمائیں گے۔ اگر آپ اس کے لئے تیار نہیں تو خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ دنیا پر حق کھل چکا ہے وما علینا الا البلاغ المبین۔

خاکسار

۲۲ ۱۱/۶۷ ابوالعطاء جالندھری

---

## دوسرا مکتوب

جناب پادری عبدالحق صاحب چنڈی گڑھ (بھارت)

السلام علی من اتبع الھدیٰ

میں جلسہ سالانہ قادیان پر ۲۲ر نومبر سے ۲۷ر نومبر ۶۷ء تک قادیان میں تھا۔ وہاں پر دفتر کے ذریعہ آپ کے نام ماہنامہ الفرقان ماہ نومبر ۶۷ء بھجوایا گیا تھا۔

اس رسالہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مقام کے بارے میں ایک مضمون ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے ابتداءً ہی میں اعلان کیا ہے:۔

"ہم کسی کی دلآزاری کے قائل نہیں۔ حق کو نرم سے نرم الفاظ میں واضح کرنا ہمارا مسلک ہے اسلئے اگر عیسائی صاحبان اس سلسلہ میں کوئی استفسار کریں گے تو اس کا بھی مدلل جواب دیا جائیگا وباللہ التوفیق" (ص۱)

خاکسار

۲۹ ۱۱/۶۷ ابوالعطاء جالندھری

# ربوہ کی مسجد اقصیٰ

## معاندین کے اعتراض کا مسکت جواب

### غیر مبایعین کا معاندانہ رویّہ

اکتوبر ۱۹۶۶ء میں جماعت احمدیہ کے مرکز (ربوہ) میں ایک وسیع جامع مسجد کی بنیادی اینٹ رکھی گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی۔ قادیان میں قریباً پون صدی قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مسجد کو مسجد اقصیٰ کے نام سے موسوم فرمایا تھا اسی بنا پر نیز بیت المقدس کی المسجد الاقصیٰ کی وجہ سے ربوہ کی جامع مسجد کا نام بھی تبرکاً "مسجد اقصیٰ" رکھا گیا۔

غیر مبایعین رات دن جماعت احمدیہ کی ترقی سے انگاروں پر لوٹ رہے ہیں۔ جون ۶۷ء میں فلسطین میں یہود کے مقابل عربوں کو سیاسی شکست ہوگئی اور یہود نے سارے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، غیر مبایعین کو جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے اور غیر احمدی علماء کو "بے وقوف" بنانے کا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے منصوبہ بنا کر آخر ماہ نومبر میں یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ:-

"ربوہ کے اندر مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ صرف بہت بڑی جسارت بلکہ ایک خطرناک منصوبہ بھی ہے۔ کیا حکومت ان لوگوں کو مشورہ دیگی کہ اپنی مسجد کا نام کوئی اور رکھیں مسجد اقصیٰ نہ رکھیں۔"

(نوائے وقت لاہور ۹ر نومبر ۶۷ء)

### پاکستان نام کیونکر رکھا جا سکتا ہے؟

حکومت تو خیر غیر مبایعین کے بھرے میں نہیں آسکتی تھی وہ خوب جانتی ہے کہ نام تبرکاً رکھے جاتے ہیں اور اس بارے میں اگر کوئی قدغن لگائی جاوے تو سب سے پہلے پاکستان کے نام پر زد پڑتی ہے کیونکہ یہ الارض المقدسة کا لفظی ترجمہ ہے۔ الارض المقدسة ملک فلسطین کا نام ہے جس میں مسجد اقصیٰ بھی ہے۔ اگر کسی مسجد کا نام تبرکاً بھی مسجد اقصیٰ نہیں رکھا جا سکتا تو کسی ملک کا نام الارض المقدسة یا پاکستان کیسے رکھا جا سکتا ہے؟ پس حکومت تو غیر مبایعین کے مغالطہ کا شکار نہ ہو سکتی ہے اور نہ ہوئی۔

### اخبار کو "لولاک" نام رکھنے کی اجازت کیوں ہے؟

لیکن مخالف علماء اپنی بدنیّتی کے باعث غیر مبایعین کے دھوکہ میں آ گئے۔ انہوں نے بلا سوچے سمجھے تقریریں شروع کر دیں، ریزولیوشن پاس کروانے شروع کر دیئے، ان کے اخبارات مضامین شائع کرنے لگ پڑے۔ لائلپور کے ہفت روزہ لولاک نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ:-

"قادیانیوں نے اپنے ہاں تعمیر ہونے والی کسی عمارت کا نام مسجد اقصیٰ رکھ کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔" (یکم دسمبر ۶۷ء)

ہم مسجد اقصیٰ کی بات تو بعد میں کریں گے پہلے یہ پوچھنا چاہتے

ہیں کہ لاطبور کے اس معمولی سے اخبار کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ سرورِ کونین فخرِ موجودات سیدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی منقبت لقب لولاک کو ان کاغذوں کے مجموعہ پر بطور نام درج کرتا رہے جن میں ہر ہفتہ صدہا خلافِ اسلام باتیں شائع ہوتی ہیں؟ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مولوی تاج محمود صاحب احراری کا کیا حق ہے کہ وہ اپنے اخبار کا نام "لولاک" رکھ کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی" کرے۔ کیا اس کا کوئی جواب پایا جا سکتا ہے؟

## غیر مبایعین سے سوال

ان علماء کو چاہیئے تھا کہ غیر مبایعین سے پہلے تو یہ پوچھتے کہ اگر اکتوبر ۱۹۶۷ء میں ربوہ کی جامع مسجد کا نام مسجد اقصیٰ رکھنا "خطرناک منصوبہ" تھا تو پون صدی پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا اپنی مسجد کو مسجد اقصیٰ قرار دینا ان کے نزدیک کیا تھا؟ غیر مبایعین میں اگر کوئی خداترس ہے تو وہ غور کرے کہ ان کا جواب کیا ہو سکتا ہے کیا اس کے باوجود انہیں احمدی کہلانے کا حق ہے؟

## اسلام آباد میں مسجد اقصیٰ

غیر احمدی مولویوں کا شور وغوغا بھی "بجوئے نرزد" کا مصداق ہے کیونکہ ربوہ کی جامع مسجد کوئی پہلی مسجد نہیں جس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا ہے اس سے پہلے خود پاکستان میں متعدد مساجد ایسی ہیں جن کا نام مسجد اقصیٰ موجود ہے۔ روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا ہے کہ:-

"پاکستان میں اس وقت بھی کئی مسجدوں کے نام مسجد اقصیٰ کے نام پر ہی رکھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر دارالحکومت اسلام آباد میں بس سٹاپ کے قریب ہی واقع ایک مسجد کا نام مسجد اقصیٰ ہے اور یہ بات اسلام آباد کے ہر شہری کو معلوم ہے۔" (نوائے وقت ۱۷ نومبر ۱۹۶۷ء)

## کراچی میں مسجد اقصیٰ

اس کے علاوہ کراچی میں بھی ایک مسجد اقصیٰ نام کی مسجد ناظم آباد بلاک ۲ میں موجود ہے جس کا باقاعدہ ٹرسٹ ہے۔ اس کے چندہ کی مطبوعہ رسیدیں ہیں۔ اتفاق سے رسید ۲۱۳/۵-۶-۶۷ ہمیں دستیاب ہوگئی ہے جس کا عکس درج ذیل ہے

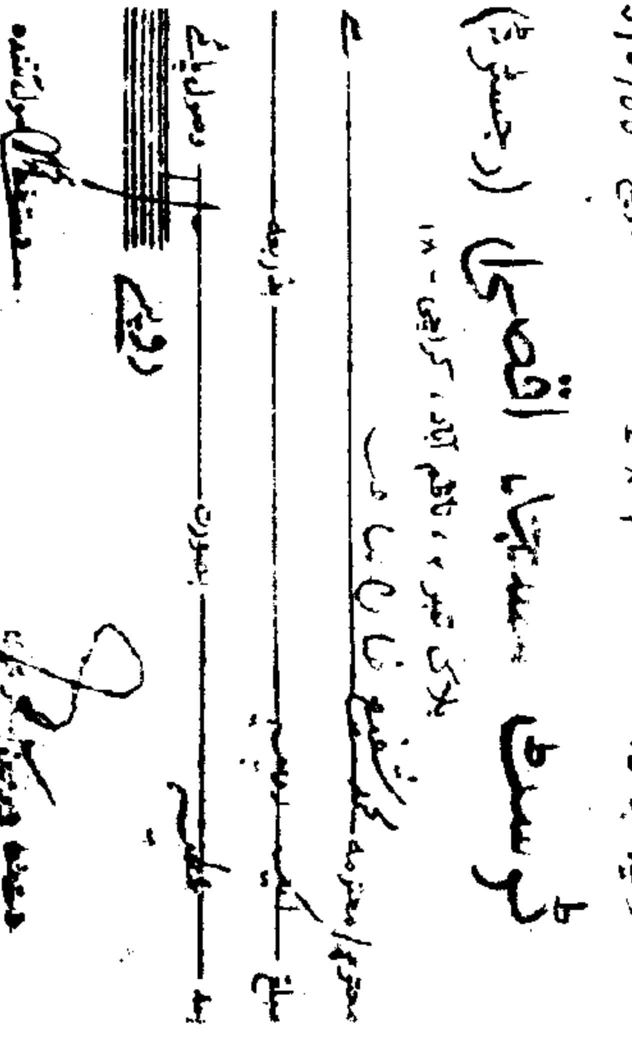

## سرنگاپٹم (بھارت) میں مسجد اقصیٰ

اسلام آباد اور کراچی کی مسجد اقصیٰ کے علاوہ کافی عرصہ سے سلطان غازی فتح علی ٹیپو کے مزار کے پاس ایک عالی شان مسجد مسجد اقصیٰ کے نام سے موجود ہے سلطان غازی اور اس مسجد کے بارے میں اسی اشاعت میں ہمارے قابل فخر شاگرد محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا ایک علیحدہ خاص مقالہ بھی طبع ہو رہا ہے پس مسجد اقصیٰ ربوہ پہلی مسجد نہیں ہے جس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ پاکستان میں متعدد مساجد اس نام سے پہلے سے موجود ہیں۔ بھارت میں بھی ایک مشہور مسجد موجود ہے، دیگر ممالک میں بھی ہونگی اسلئے ربوہ کی مسجد اقصیٰ کے خلاف ہنگامہ یا تو غیر مبایعین کی محض "شرارت" کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے یا پھر اسے نئے انتخاب کے پیش نظر سیاسی مولویوں کا کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نہ یہ اعتراض قابل توجہ ہے اور نہ ہی ایسی شورش قابل التفات ہے۔

## معاصر "لاہور" کا نہایت معقول استدلال

معزز معاصر ہفت روزہ لاہور نے کتنا معقول جواب ان شورش پسند علماء کو دیا تھا کہ:-

"اگر قادیانیوں نے ربوہ میں تعمیر ہونیوالی مسجد کا نام مسجد اقصیٰ رکھ دیا ہے تو اسمیں ہرج کی بات ہی کیا ہے۔ شعائر اللہ کے نام پر نام رکھے ہی جانے چاہئیں۔ لوگ تو انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھتے ہیں اس میں گناہ اور مخالفت کی بات ہی کونسی ہے۔"

## مدیر "لولاک" لاجواب ہو گئے

اس جواب کو نقل کرنے کے بعد مدیر لولاک لکھتے ہیں:-

"یہ بالکل درست ہے کہ
کہ لوگ نبیوں کے نام پر
برکت حاصل کرنے کے لئے
نام رکھتے ہیں۔ بے شک
محمد اور احمد نام رکھنا درست
اور باعث سعادت ہے لیکن
محمد رسول اللہ نام رکھنا جائز
اور درست نہیں۔"

(لولاک یکم دسمبر ۱۹۶۶ء صـ۶)

ایڈیٹر صاحب کے اس اصول کے مطابق مسجد اقصیٰ نام رکھنا بالکل درست اور باعث سعادت قرار پاتا ہے ہاں "بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ" نام رکھنا درست نہ ہوگا۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ ان مولوی صاحبان کے نزدیک یہ تو جائز ہے کہ زید اپنے بیٹے کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر محمد رکھ دے مگر یہ جائز نہ ہوگا کہ مسلمان اپنی کسی مسجد کا نام بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کے نام پر مسجد اقصیٰ رکھ دیں ع

ایں چہ بوالعجبی است؟

مولوی صاحبان کو اپنے عقائد پر نظر ثانی کرنی چاہئے کیا ان کے نزدیک مسجد اقصیٰ کا مرتبہ سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر ہے؟ وما علینا الا البلاغ المبین۔

ایک تحقیقی، تاریخی اور ایمان افروز مقالہ

# مجاہدِ دکن حضرت سلطان فتح علی ٹیپو رحمہ اللہ

اور

# آپ کے عہدِ مبارک کی بعض نادر یادگاریں!

## مسجد اقصیٰ، مسجد احمدی، احمدی مہینہ، احمدی سکہ اور رجسٹر احمدی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(مکرم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد کے قلم سے)

اسلامی ہند کی تاریخ میں مجاہدِ دکن غازیٔ اسلام شہیدِ ملت حضرت سلطان فتح علی ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ ونوّر اللہ مرقدہٗ کا نامِ نامی و اسمِ گرامی کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا یہ واحد غیور مسلم بادشاہ تھا جس نے ہندوستان میں انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت و قوت کے ہولناک اثرات و نتائج کا صحیح اندازہ لگا کر عالمِ اسلام کو متحد ہونے کی دردمندانہ اپیل کی مگر افسوس کہ یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور یہ بہادر بادشاہ بالآخر سرنگا پٹم (میسور) کے قلعہ میں انگریزوں کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ یہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کا دن تھا سلطان دست بدست لڑائی میں دادِ شجاعت دے رہا تھا کہ اس کے دل کے قریب ایک گولی لگی جس سے وہ زخمی ہو کر گر گیا اور خاک و خون میں تڑپتے ہوئے اسلام کے اس بطلِ جلیل کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آج سے اکتیس برس پیشتر اس مردِ مجاہد کی جاں فروشی، جذبۂ حریت اور ذوقِ شہادت کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط اسی ونگ سے ہوا۔ یہاں کے حکمرانوں کو انہوں نے آپس میں لڑا دیا اور ان میں سے ہر ایک

یہی سمجھتا رہا کہ ہم اپنے دشمن کو مار رہے ہیں اور کسی نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ اپنے آپکو مار رہے ہیں۔ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوستان کو ہم نے فتح نہیں کیا بلکہ ہندوستانیوں نے ہندوستان کو ہمارے لئے فتح کیا ہے۔

ہمارے ہندوستان میں صرف ایک شخص تھا جس نے اس حقیقت کو سمجھا اور دوسروں کو اُکسایا اور ہوشیار کیا مگر کسی نے اس کی بات نہ سُنی اور اُس کی آواز بالکل رائیگاں گئی یہاں تک کہ ملک ہاتھ سے نکل گیا اور بعد میں افسوس سے ہاتھ ملنے لگے۔

انگریز بھی خوب سمجھتے ہیں کہ درحقیقت وہی ایک شخص تھا جس نے ان کی تدابیر کو سمجھا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اس کا اتنا بغض ہے کہ وہ اس کے نام پر اپنے کتوں کا نام رکھتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ گلی کوچوں میں آوارہ پھرنے والے بچے جب کسی کو چڑانا چاہتے ہیں تو اُسے ٹیپو کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ ہندوستان میں صرف وہی [illegible] نے اس خطرہ کو سمجھا جو یہاں اسلامی حکومت کو پیش آنے والا تھا۔ وہی تھا جس نے غیرت دکھائی اور غیرت پر جان قربان کر دی۔

سلطان ٹیپو نے جب انگریزوں کے بڑھتے ہوئے تسلط کو دیکھا تو اُس نے چاروں طرف مسلمانوں کو خطوط لکھے کہ اسلامی عظمت کا نشان مٹ رہا ہے آؤ اکٹھے ہو جاؤ تا اسے بچایا جا سکے۔ اس نے ایک طرف ایران کی حکومت کو لکھا تو دوسری طرف افغانستان کی سلطنت کو۔ پھر اُس نے ترکوں کو بھی لکھا اور اس کے پہلو میں نظام کی جو حکومت تھی اُسے بھی متوجہ کیا اور یہاں تک لکھا کہ مت سمجھو کہ میں اپنی عظمت چاہتا ہوں اگر تمہارا یہ خیال ہو تو میں تمہارے ماتحت ہو کر لڑنے کو تیار ہوں لیکن خدا کے لئے اور اسلام کی خاطر آؤ متحد ہو جائیں۔ مگر جب بدقسمتی آتی ہے تو آنے والے خطرات سے انسان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اُسے موت آ دباتی ہے۔ اُس وقت کے نظام نے خیال کیا کہ چونکہ انگریز میرے دوست ہیں اور اُن کی مدد سے میں ٹیپو کی حکومت کا خاتمہ کرنے والا ہوں اسلئے ڈر کر اس نے مجھے یہ تحریک کی ہے اور ایرانیوں اور افغانیوں اور ترکوں نے خیال کیا کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہونے سے ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ آخر اس بندۂ خدا نے اکیلے ہی مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں اس کا آخری فقرہ میں سمجھتا ہوں ایسا فقرہ ہے جسے تاریخ کبھی مٹا نہیں سکتی۔ بعض فقرات اپنے اندر ایسے پاکیزہ جذبات کو لئے ہوئے ہوتے ہیں کہ زمانے کے اثرات اور وقت کا بُعد انہیں مٹا نہیں سکتا۔

جس وقت اُس قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑکر جس میں وہ تھا ایک طرف سے انگریز اندر داخل ہوئے یا یُوں کہنا چاہیئے کہ بعض غدار افسروں کی مدد سے وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے تو اُس کا ایک جرنیل دوڑ کر اُس کے پاس پہنچا۔ وہ اُس وقت دو فصیلوں کے درمیان کھڑا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا کہ اُسے اُس کے جرنیل نے یہ خبر دی کہ انگریز شہر میں داخل ہوگئے ہیں اور اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ آپ ہتھیار رکھ دیں اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کردیں وہ یقیناً آپ کا اعزاز کریں گے مگر جس وقت سلطان ٹیپو نے یہ سُنا کہ انگریز شہر میں داخل ہوگئے ہیں اُس نے تلوار میان سے نکال لی اور خود لڑائی میں کود پڑا اور اُس نے کہا کہ گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک گھنٹے کی زندگی بہتر ہوتی ہے۔

ایک انگریز افسر جو شریف دل رکھتا تھا باوجود اس کے کہ اس کے دشمنوں سے تعلق رکھتا تھا اپنے تذکرہ اور یادداشت میں بیان کرتا ہے کہ ہم نے متواتر اس کے سامنے یہ بات پیش کی کہ ہم فتح پا چکے ہیں اب تم ہمارے ساتھ کہاں لڑ سکتے ہو بہتر ہے کہ ہتھیار ڈال دو مگر وہ نہ مانا یہاں تک کہ میدان میں ڈھیر ہوگیا۔ یہ اکیلا شخص تھا جس نے ہندوستان کی آئندہ حالت کو سمجھا اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی مگر کوئی اس کی بات کو نہ سمجھا اور اس کے نتائج آج ہم دیکھ رہے ہیں" (الفضل ۲ اپریل ۱۹۳۶ء)

حضرت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی اصل اور دائمی یادگار تو وہ حقیقی رُوحِ جہاد ہے جس کو قیامت تک قائم رکھنا دینِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہر خادم و عاشق کے لیے ضروری ہے مگر اس وقت اُس عظیم بادشاہ کے عہدِ مبارک کی چند دوسری تاریخی یادگاروں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

## ۱۔ مسجد اقصیٰ

سلطان شہیدؒ کی اہم یادگاروں میں سے سرنگاپٹم کی عالی شان مسجد اقصیٰ ہے جو سرنگاپٹم میں شہید کے مقبرہ کے مغرب میں آج تک موجود ہے۔ یہ مسجد کسی زمانہ میں ببری رنگ[1] وروغن سے مزین تھی مگر اب بالکل سادہ صورت میں ہے تقسیم ہند تک قلعہ سرنگاپٹم کی دوسری مساجد کے ساتھ اس مسجد کا انتظام بھی سرکاری سطح پر کیا جاتا تھا اور ان کی نگہداشت کے لیے ایک مستقل شعبہ قائم تھا۔ جناب محمود بنگلوری صاحب ۱۹۴۵ء میں اپنی مشہور و معروف تالیف اور عہد ٹیپوؒ کی مستند تاریخ "تاریخ سلطنت خداداد میسور" میں لکھتے ہیں "گنبد مسجد اقصیٰ مسجد اعلیٰ اور قلعہ کے اندر کی چھوٹی مسجدیں ایک ناظم کے ماتحت ایک خاص

[1] ببرا کبوتروں کے ایک رنگ کا نام ہے (جامع اللغات)

محکمے کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔ ابھی حال میں گنبد، مسجد اعلیٰ اور مسجد اقصیٰ میں میسور گورنمنٹ نے برقی روشنی کا انتظام کیا ہے۔" (ص۶۲۵)

جناب محمود بنگلوری صاحب نے اپنی اس بلندپایہ اور محققانہ تالیف میں سلطان ٹیپوؒ کے عہد کی اس تاریخی مسجد کا متعدد بار ذکر کرنے کے علاوہ ص۶۱۲ پر اس کا فوٹو اور ص۶۱۴ پر اس کا خاکہ بھی دیا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

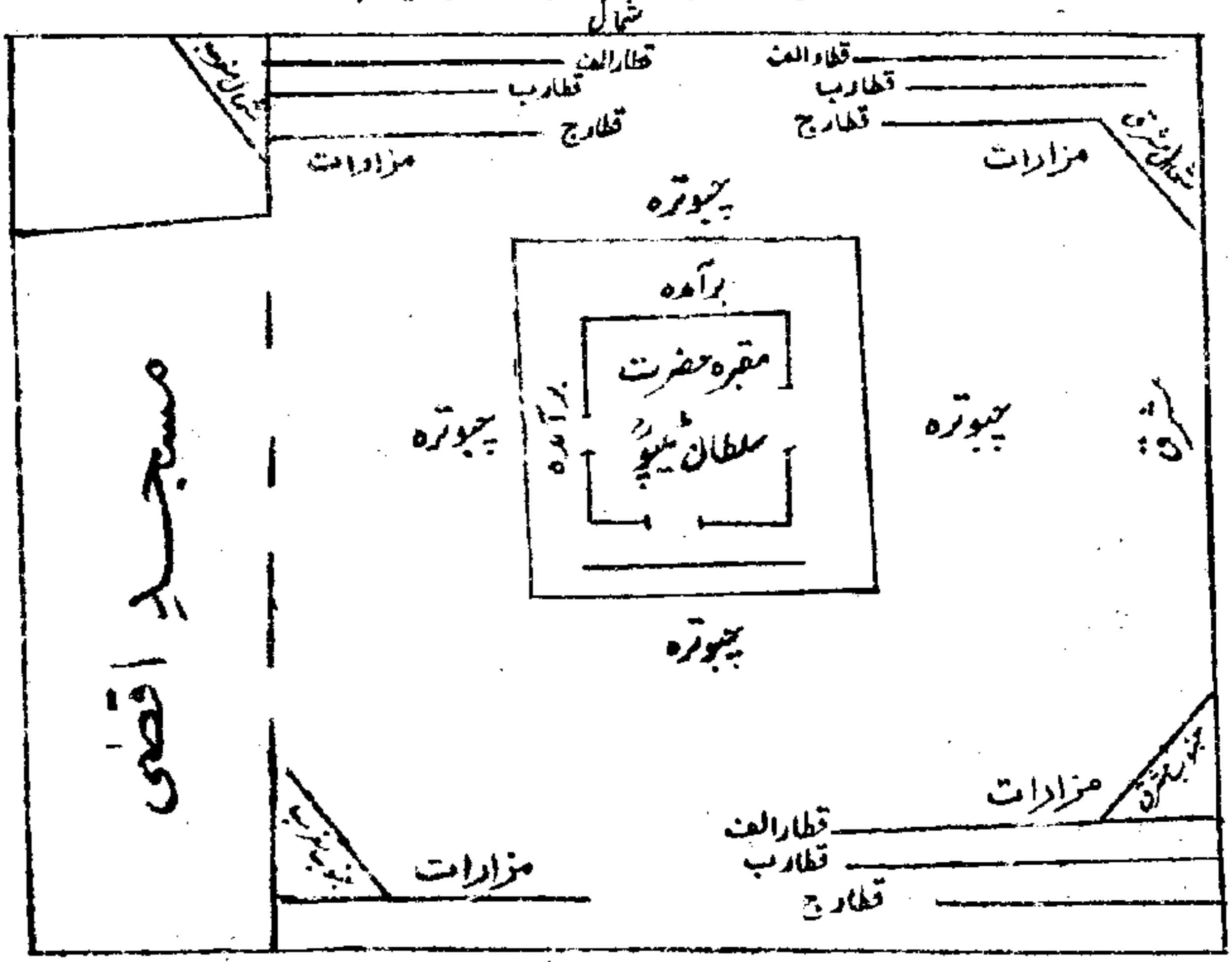


## ۲۔ مسجد احمدی

"تاریخ سلطنت خداداد میسور" کے ایک نقشہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ سرنگاپٹم کے اندر ایک مسجد "احمدی مسجد" کے نام بھی موجود تھی جو سرنگاپٹم کے موجودہ ریلوے سٹیشن کے مغرب میں واقع تھی (ملاحظہ ہو ص۵۹۵)

## ۳۔ احمدی مہینہ

سلطان ٹیپوؒ کی تخت نشینی سے پہلے میسور میں مغلیہ زمانہ سے سن ہجری کا رواج چلا آتا تھا جس کی وجہ سے لگان کی وصولی میں بہت دقت پیش آتی تھی کیونکہ لگان فصلوں کی تیاری کے بعد لیا جاتا تھا ہجری مہینے آگے پیچھے ہو جاتے تھے اس ضرورت کے پیش نظر سلطان شہیدؒ نے ایک نئی تقویم بنائی جس کے بعد مہینوں کے مندرجہ ذیل نئے نام تجویز کئے (۱) احمدی (۲) بہاری (۳) جعفری (۴) دارائی (۵) ہاشمی (۶) واسعی (۷) زبرجدی (۸) حیدری (۹) طلوعی

(۱۰) یوسفی (۱۱) یازدی (۱۲) بیاسی۔ (ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۴۹۹-۵۰۰)

## ۴۔ احمدی سکّہ

سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو سب سے قیمتی سکہ رائج تھا وہ "احمدی" کہلاتا تھا۔ یہ طلائی اشرفی تھی جس کے ایک جانب یہ الفاظ لکھے تھے:

"دینِ احمد در جہاں روشن ز فتح حیدری
است ضرب ٹپن سال زبرجد ۱۲۹۱ھ"

دوسری طرف یہ لکھا تھا:۔

"ھوالسلطان الوحید العادل
تاریخ جلوس سال سخ سویم بہادری
۹ سنہ جلوسی"

مؤلف "تاریخ سلطنت خداداد میسور" نے بڑی محنت و کاوش سے حاصل کر کے صفحہ ۴۷۶ پر اس کا فوٹو بھی شائع کر دیا ہے۔

## ۵۔ "جماعت احمدی"

سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں "جماعت احمدی" کے نام سے ایک فوج کا ذکر بھی مستند لٹریچر میں ملتا ہے۔ چنانچہ "تاریخ سلطنت خداداد میسور" میں بغاوتِ کورگ (۱۷۸۴ء) کے عنوان سے لکھا ہے کہ:۔

"جب تمام قیدی سرنگا پٹم پہنچے تو ان کو دعوتِ اسلام دی گئی۔ مؤرخ سلطانی لکھتا ہے کہ ان کے آگے مذہب اسلام پیش کیا گیا اور اس کے فوائد و برکات سمجھائے گئے۔ یہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ان کو فوج میں داخل کر لیا گیا اور اس فوج کو جماعت احمدی کا نام دیا گیا۔ اس فوج کو آٹھ رسالوں پر تقسیم کر کے ان کو ببری کپڑے کی وردی سے آراستہ کیا گیا۔"

(صفحہ ۲۱۳-۲۱۴)

## سلطان ٹیپو کا آخری یادگار فقرہ اور سیدنا المصلح الموعودؓ کی نصیحت

حضرت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی پانچ نادر یادگاروں کا ذکر کرنے کے بعد بالآخر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے ۔۔۔۔ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۴۶ء کو سلطان شہیدؒ کی زبان سے نکلے ہوئے آخری تاریخی اور یادگار فقرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

"درحقیقت سچی بات یہی ہے کہ ہر غیرت مند انسان کے نزدیک شیر کی ایک گھنٹہ کی زندگی گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان کے ایک شکست خوردہ اور مردہ اسلام کی عزت بچانے کے لئے جبکہ

اس کی کوئی بھی عظمت باقی نہیں رہی
تھی ایک مسلمان بادشاہ ایک
گھنٹہ کی زندگی کو سو سال کی زندگی
پر ترجیح دیتا ہے تو وہ کیسا احمدی
ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ میری
چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا سو سال
کی زندگی جس میں مَیں نوکری اور
دوسروں کی غلامی کے سوا کوئی اور
کام نہیں کر سکوں گا وہ اسلام
کے لئے مر جانے سے زیادہ بہتر
ہے۔ یقیناً ایسا انسان نادان
ہے، یقیناً وہ مجنون ہے، یقیناً
اس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے
اور یقیناً اسلام کی راہ میں
ایک منٹ لڑتے لڑتے
مر جانا انسان کی اس سَو
سالہ زندگی سے لاکھوں
اور کروڑوں بلکہ اربوں
گنا زیادہ بہتر ہے جو کسی
اور کام میں صرف ہو۔ اور
یہ کام ایسا نہیں جو ہماری جماعت
نہ کر سکے۔ سینکڑوں نوجوان ایسے
ہیں جنہوں نے اسلام کے لیے
اپنی زندگیاں پیش کرکے اس بات
کا ثبوت مہیا کر دیا ہے کہ یہ
کام ہماری طاقتوں اور قوتوں
کے اندر ہے اور ہمارے اخلاص
اور ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ
ہم ان قربانیوں میں حصہ لیں۔
اگر سینکڑوں نوجوان ایک کام
کر سکتے ہیں تو وہ سینکڑوں اور
ہزاروں نوجوان کیوں ایسا نہیں
کر سکتے جو ابھی اس تحریک میں
حصہ نہیں لے سکے۔ پروانے آگ
میں جلتے چلے جاتے ہیں مگر بعد میں
آنے والے پروانے پیچھے نہیں
ہٹتے بلکہ وہ اور زیادہ جوش
اور زیادہ زور کے ساتھ آگ
میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کیا
انسان ہی ایسے گندے مقام پر
ہے کہ قربانی کرنے والوں کی قربانی
دیکھ کر اس میں جوش پیدا نہیں ہوتا
اور وہ اس سے بھی زیادہ جوش
سے آگے نہیں بڑھتا جس جوش
سے ایک پروانہ آگ کی طرف
بڑھتا ہے۔"

(الفضل ۸ رمئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۴)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت سلطان ٹیپوؒ کی طرح آخر دم تک کفر و باطل کے خلاف روحانی تبلیغی جنگ میں ہمیشہ سرگرم عمل رہنے اور اسی راہ میں اپنی عزیز جانیں نچھاور کر دینے کی توفیق بخشے تا ہماری موت سے اسلام اور مسلمانوں کو زندگی ملے اور ہمارے خون سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اسلام [illegible] ۰

# شذرات

## ۱۔ قول و عمل کے تضاد کی انتہاء

مدیر المنبر لائلپور لکھتے ہیں:۔

"جب ہم نے زبان سے اسلام کا نعرہ لگایا اور عمل سے اسکی خلاف ورزی کی۔ ہم نے شراب کو حرام کہا اور جی بھر کر شراب نوشی کی۔ عدل کی دہائی دی اور ظلم کو معمول بنایا۔ آخرت کا نام لیتے رہے اور دنیا کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ اخلاقی برتری کے ڈھنڈورے پیٹے اور بد اخلاقی کی پستی کی جانب لڑھکتے رہے جب قول اور عمل کا یہ تضاد انتہا تک پہنچا تو ہم تمام ترقیات کے باوجود ذلیل و زبوں حال ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم اپنی مفتوح قوموں کے غلام بنا دئے گئے جسکی مثال عربوں کی تازہ شکست ہے۔"

(المنبر یکم دسمبر ۶۷ء)

الفرقان۔ خدارا غور فرمائیں کہ قول و عمل کا یہ انتہائی تضاد آسمانی مصلح کے بغیر دور ہو سکتا ہے؟

## ۲۔ آزادی کے بعد حالات بدتر ہو گئے ہیں

مدیر الاعتصام لکھتے ہیں:۔

"یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اس بیس سال کے عرصے میں ہم جس قدر لا الٰہ الا اللہ سے دور ہوئے اس قدر ہم قیام پاکستان سے قبل بھی دور نہ تھے ہمارے معاشرے میں اس قدر بگاڑ اس وقت بھی نہ تھا جب ہم ایک بدیشی طاقت کے غلام تھے جس قدر کہ اب ہے کہ جب ہم آزاد ہیں۔" (الاعتصام یکم دسمبر ۶۷ء)

الفرقان۔ پہلے علماء کہتے تھے کہ ہماری خرابی کی وجہ بدیشی حکومت ہے اور اب کہتے ہیں کہ آزادی کے بعد حالات مزید ابتر ہو گئے ہیں اب کیا صورت ہوگی؟

## ۳۔ مسلمان فرقوں میں اتحاد کی راہ

گزشتہ دنوں علماء اور محققین کا ایک گروہ ربوہ آیا تھا ان سے علمی گفتگو ہوتی رہی۔ انکے اس استفسار پر کہ مسلمان فرقوں میں اتحاد کی راہ کیا ہو سکتی ہے؟ میں نے یہ پانچ طریق انہیں لکھ کر دیئے تھے جن پر انہوں نے غور کرنے کا وعدہ کیا ہے، وہ مختصر طریق یہ ہیں:۔

۱۔ سب فرقے غیر مسلموں اور بے دین لوگوں میں تبلیغ اسلام کے مقصد کے پیش نظر متحد ہو جائیں۔ اندرون پاکستان اور بیرون پاکستان باہم مل کر اس کام کو پورے زور سے سرانجام دیا جائے۔

۲۔ ہر فرقہ اسلامی اخلاق کے مطابق رواداری سے کام لے۔

۳۔ ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے اسے مسلمان کہا جائے اور کم از کم دنیوی معاملات میں سب مسلمانوں میں مساوات تسلیم کی جائے۔

۴۔ کسی فرقہ کے خلاف اشتعال انگیزی کرنے اور نفرت پھیلانے اور اسے برا بھلا کہنے سے کلی اجتناب اختیار کیا جائے۔

۵۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید کی بجائے عند الضرورت اپنے عقائد و خیالات مدلل طور پر بیان کر سکتا ہے، دوسرے فرقہ کا ذکر نہ کرے۔

# جلسہ سالانہ ۱۹۶۷ء پر قادیان جانیوالے پاکستانی قافلہ کے ارکان[1]

۱۔ چوہدری ظہور احمد صاحب
۲۔ ابوالعطاء جالندھری
۳۔ سید عبدالرزاق شاہ صاحب
۴۔ عبدالرحمٰن خان صاحب نیازی
۵۔ مولوی امام الدین صاحب
۶۔ صوفی بشارت الرحمٰن صاحب
۷۔ ملک حبیب الرحمٰن صاحب
۸۔ پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
۹۔ شیخ حنیف احمد صاحب
۱۰۔ خالد احمد صاحب ظفر
۱۱۔ مولوی رشید احمد صاحب چغتائی
۱۲۔ سید داؤد احمد صاحب انور
۱۳۔ مولوی ظہور حسین صاحب
۱۴۔ سید عبدالسلام صاحب
۱۵۔ شیخ عبداللطیف صاحب
۱۶۔ سید عبدالحی صاحب
۱۷۔ مولوی عبدالعزیز صاحب
۱۸۔ چوہدری فضل احمد صاحب
۱۹۔ ملک فضل احمد صاحب
۲۰۔ کمال الدین خان صاحب
۲۱۔ خواجہ محمد فضل صاحب
۲۲۔ مرزا منظور احمد صاحب
۲۳۔ مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح
۲۴۔ مولوی محمد نواز صاحب مومن
۲۵۔ مکرم محمد عبداللہ صاحب
۲۶۔ مولوی محمد صادق صاحب سماٹری
۲۷۔ ماسٹر محمد ہارون خان صاحب
۲۸۔ پیر مبارک احمد صاحب
۲۹۔ میاں نواب دین صاحب
۳۰۔ مولوی محمد یوسف صاحب سلیم
۳۱۔ پروفیسر محمد احمد صاحب انور
۳۲۔ محمد سلیم خان صاحب
۳۳۔ نسیم احمد صاحب ناصر
۳۴۔ ولی محمد صاحب
۳۵۔ پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقب
۳۶۔ مرزا عبدالغفور صاحب
۳۷۔ پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ناصر
۳۸۔ جمیل احمد صاحب طاہر
۳۹۔ سعید احمد صاحب
۴۰۔ رانا عبدالغنی صاحب
۴۱۔ چودھری غلام محمد صاحب
۴۲۔ مکرم ناصر احمد صاحب ظفر
۴۳۔ مستری ناظر دین صاحب
۴۴۔ پیراچہ عبدالرحیم صاحب
۴۵۔ عبدالوحید خان صاحب
۴۶۔ میاں فضل الٰہی صاحب
۴۷۔ میاں فتح دین صاحب
۴۸۔ میر سید داؤد احمد صاحب
۴۹۔ چودھری محمد عمر صاحب
۵۰۔ چودھری شبیر احمد صاحب
۵۱۔ چودھری محمد نواز صاحب
۵۲۔ میاں اختر حسین صاحب
۵۳۔ چودھری فقیر اللہ صاحب
۵۴۔ میاں محمد طفیل صاحب نسیم
۵۵۔ چودھری محمد خان صاحب
۵۶۔ مکرم مبارک احمد صاحب
۵۷۔ شیخ دوست محمد صاحب شمس
۵۸۔ شیخ سعید احمد صاحب
۵۹۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب
۶۰۔ رانا منظور احمد صاحب
۶۱۔ میاں مبارک احمد صاحب
۶۲۔ شیخ فضل حسین صاحب
۶۳۔ مکرم فضل کریم صاحب
۶۴۔ مکرم عبداللہ صاحب
۶۵۔ مکرم حبیب اللہ صاحب بٹ
۶۶۔ مکرم فتح محمد صاحب
۶۷۔ چودھری برکت علی صاحب
۶۸۔ خلیفہ عبدالوکیل صاحب
۶۹۔ مولوی عطاء الکریم صاحب شاہد
۷۰۔ مکرم غلام رسول صاحب
۷۱۔ میاں عبدالحکیم صاحب
۷۲۔ شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ
۷۳۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب
۷۴۔ میاں محمد یوسف صاحب
۷۵۔ مکرم چراغ الدین صاحب
۷۶۔ چودھری رشید الدین صاحب
۷۷۔ مکرم مبارک احمد شاہ صاحب
۷۸۔ مکرم چودھری حمید احمد صاحب
۷۹۔ شیخ فضل احمد صاحب
۸۰۔ صوفی عبدالرحمٰن صاحب
۸۱۔ سید محمد نور صاحب
۸۲۔ راجہ نصیر احمد صاحب
۸۳۔ مرزا سعید احمد صاحب
۸۴۔ چودھری عنایت اللہ صاحب
۸۵۔ میاں غلام احمد صاحب
۸۶۔ میاں محمد عمر بشیر احمد صاحب
۸۷۔ مرزا فضل الٰہی صاحب
۸۸۔ چودھری ثناء اللہ صاحب
۸۹۔ میاں بشیر احمد صاحب ظفر
۹۰۔ سردار محمد ادریس صاحب
۹۱۔ مکرم یوسف عثمان صاحب افریقی

[1] ان ناموں کی یہ فہرست دفتر درویشان کی ترتیب [illegible]

# تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

● **مباحثۂ مصر** قیمت ۰٫۶۲

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابو العطاء صاحب بشر اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر فلپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

● **تحریری مناظرہ** قیمت ۱٫۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبد الحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ۔ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

● **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** قیمت ۱٫۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔
فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

Monthly AL-FURQAN Rabwah

Regd. No. L 5708 December, 1967

# ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● **حضرت امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-**

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس ۳۰ چالیس ۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ رجنوری ۵۶ء)

● **حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-**

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدّنظر ہمارے رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منوّر کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۷/۵۹)" (الفضل ۱۰ رجولائی ۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ